قرآن وحدیث میں مذکور 50 پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور



مصنف:
ابو حسان محمد انصر خان عطاری امدنی

قرآن وحدیث میں مذکور 50 پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور

مصنف

ابو حسان محمد انصر خان عطاری المدنی

پیش کش: مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ (دعوتِ اسلامی)

کتاب پڑھنے کی دعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دعا پڑھ لیجیے،
ان شاء اللہ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا
رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

(مستطرف، 1/40، دارالفکر بیروت)

(اول آخر ایک بار درود شریف پڑھ لیجیے)

نام کتاب: قرآن وحدیث میں مذکور 50 پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور
مصنف: ابو حسان محمد انصر خان عطاری المدنی
نظر ثانی: ابو الابصار ابرار اختر القادری العطاری (چیف ایڈیٹر ماہنامہ خواتین)
صفحات: 148
اشاعتِ اول: 2026

شعبہ ماہنامہ خواتین
مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ (دعوتِ اسلامی)

فہرست

فہرست 3
پہلے اسے پڑھئے 10
اس کتاب کی تکمیل کا ایک اہم پہلو 11
کتاب کا منہج 13
ایک ادنیٰ خدمت 14
پیش لفظ 16
قرآن مجید میں مذکور پیشین گوئیاں اور اُن کا ظہور 19
22 قرآنی پیشین گوئیاں 20
1-پیشین گوئی 21
پیشین گوئی کا ظہور 21
2-پیشین گوئی 22
پیشین گوئی کا ظہور 22
موت سے محبت 23
3-پیشین گوئی 25
پیشین گوئی کا ظہور 25
4-پیشین گوئی 27
پیشین گوئی کا ظہور 27
5-پیشین گوئی 28

پیشین گوئیوں کا ظہور.....29
6-پیشین گوئی.....30
پیشین گوئی کا ظہور.....30
مذکورہ صفات کے حامل افراد.....31
کامل مسلمان کا نمونہ.....32
حق گوئی.....33
7-پیشین گوئی.....35
پیشین گوئی کا ظہور.....35
8-پیشین گوئی.....40
پیشین گوئی کا ظہور.....41
9-پیشین گوئی.....42
پیشین گوئی کا ظہور.....43
10-پیشین گوئی.....44
پیشین گوئی کا ظہور.....46
ثعلبہ کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی:.....46
ثعلبہ کے نام سے متعلق ایک اہم وضاحت:.....46
11-پیشین گوئی.....49
پیشین گوئی کا ظہور.....49
12-پیشین گوئی.....52

پیشین گوئی کا ظہور 52
13-پیشین گوئی 54
پیشین گوئی کا ظہور 54
14-پیشین گوئی 55
پیشین گوئی کا ظہور 56
15-پیشین گوئی 57
پیشین گوئی کا ظہور 57
16-پیشین گوئی 58
پیشین گوئی کا ظہور 59
17-پیشین گوئی 60
پیشین گوئی کا ظہور 61
18-پیشین گوئی 62
پیشین گوئی کا ظہور 62
19-پیشین گوئی 64
پیشین گوئی کا ظہور 64
20-پیشین گوئی 65
پیشین گوئی کا ظہور 65
21-پیشین گوئی 66
پیشین گوئی کا ظہور 66

22-پیشین گوئی 67
پیشین گوئی کا ظہور 67
احادیث مبارکہ میں مذکور 28 پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور 69
28 نبوی پیشین گوئیاں 70
1-شام، فارس اور یمن کی فتوحات کی پیشین گوئی 72
پیشین گوئی کا ظہور 72
2-آگ نکلنے کے بارے میں پیشین گوئی 74
پیشین گوئی کا ظہور 74
3-مؤذنوں کے بارے میں پیشین گوئی 77
پیشین گوئی کا ظہور 77
4-سراقہ کے بارے میں پیشین گوئی 79
پیشین گوئی کا ظہور 80
5-شہید ہونے کی پیشین گوئی 82
پیشین گوئی کا ظہور 82
6-فاطمہ زہرا رضی اللہُ عنہا کے بارے میں پیشین گوئی 83
پیشین گوئی کا ظہور 84
7-دو گروہوں کے درمیان صلح کی پیشین گوئی 85
پیشین گوئی کا ظہور 85
8-خیبر فتح ہونے کی پیشین گوئی 88

پیشین گوئی کا ظہور 90
9- جنگجُو کے بارے میں پیشین گوئی 94
پیشین گوئی کا ظہور 94
اس جنگجو کے دوزخی ہونے کے دو اسباب 95
مفتی شریف الحق صاحب کی شرح 95
10- غزوہ بدر میں پیشین گوئی 97
پیشین گوئی کا ظہور 97
11- ام ورقہ بنتِ عبد اللہ کے بارے میں پیشین گوئی 98
پیشین گوئی کا ظہور 98
12- منکرِ حدیث کے بارے میں پیشین گوئی 100
پیشین گوئی کا ظہور 100
13- دین پر استقامت والے کے بارے میں پیشین گوئی 101
پیشین گوئی کا ظہور 101
14- مسجدوں کے بارے میں پیشین گوئی 103
پیشین گوئی کا ظہور 103
15- تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی؛ پیشین گوئی اور اس کا ظہور 104
حبیب نجار 104
16- سود سے بچنا مشکل ہو گا 108
پیشین گوئی کا ظہور 108

17- صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے 109
پیشین گوئی کا ظہور 109
کفن چور نے جب غیبی آواز سنی 110
18- شام کے فتح ہونے کی پیشین گوئی 112
پیشین گوئی کا ظہور 112
19- جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں پیشین گوئی 113
پیشین گوئی کا ظہور 114
❶ اسود عنسی 114
❷ مسیلمہ کذاب 116
❸ مرزا علی محمد باب 121
❹ مرزا بہاء اللہ 124
بہائی فرقے کے عقائد 126
❺ مرزا غلام احمد قادیانی 127
20- چور کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور 132
21- گستاخ فرقے کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور 134
22- غزوہ احزاب کی پیشین گوئی 136
پیشین گوئی کا ظہور 136
23- مساجد کے بارے میں پیشین گوئی 137
پیشین گوئی کا ظہور 137

24- کھجوروں کی مقدار اور آندھی کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور 138
25- کسریٰ کے خزانے کے بارے میں پیشین گوئی 139
پیشین گوئی کا ظہور 139
26- وقت میں برکت نہیں رہے گی 140
پیشین گوئی کا ظہور 140
27- ایک عورت کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور 141
28- حضرت ابوذرؓ کے وصال کی پیشین گوئی اور اس کا ظہور 142
ماخذ و مراجع 145

پہلے اسے پڑھئے

تاریخ کے اوراق میں بعض خبریں ایسی ہیں جنہیں وقت نے صرف محفوظ نہیں کیا بلکہ اپنی آنکھوں کے سامنے سچ ثابت ہوتے بھی دیکھا ہے۔ کچھ واقعات ایسے ہیں جن کی خبر وقوع پذیر ہونے سے پہلے دی گئی، پھر زمانہ گزرتا گیا اور وہی خبر حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آتی رہی۔ ایسی خبریں جب کسی عام انسان کی طرف منسوب ہوں تو انسان حیرت میں مبتلا ہوتا ہے، لیکن جب یہی خبریں اُس مقدس ہستی کی زبانِ اقدس سے صادر ہوں جسے اللہ پاک نے آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہو، تو ان کی اہمیت محض تاریخی اطلاع کی نہیں رہتی بلکہ وہ صداقتِ نبوت کی روشن دلیل بن جاتی ہیں۔

اللہ پاک اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ صداقت کا کون انکار کر سکتا ہے! ہمارے ایمان کا بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ ہم اللہ پاک کو سچا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو صادق ومصدوق مانیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ہر فرمان ہمارے لیے حق ہے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہر خبر سچی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیان کردہ ہر غیبی اطلاع حقیقت پر مبنی ہے۔ تاہم جب کسی حقیقت کے شواہد زمانے کے سامنے آتے ہیں اور تاریخ خود ان کی گواہی دیتی ہے تو اس حقیقت کی معرفت اور اس پر غور وفکر کا ایک نیا دروازہ کھلتا ہے۔

اسی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث میں بیان کردہ ان پیشین گوئیوں کو یکجا کرنے کی یہ کاوش قارئین کے سامنے پیش کی جارہی ہے جن کا ظہور بعد کے ادوار میں ہوا

اور جن کی صداقت کو واقعات نے واضح کیا۔

نبیِ مختار، غیبوں پر خبر دار، باذنِ پروردگار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ کے اثبات پر بہت سی کتب تحریر کی جاچکی ہیں۔ علمائے اہلِ سنت نے قرآنِ پاک، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو واضح فرمایا ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ کا انکار کرتے ہیں اور ان روشن نصوص کی ایسی تاویلات پیش کرتے ہیں جو اہلِ سنت کے مسلمہ عقائد اور دلائل سے ہم آہنگ نہیں۔

ایسے ماحول میں یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بیان کردہ ان غیبی خبروں کو سامنے لایا جائے جن کے ظہور کا مشاہدہ خود تاریخ نے کیا۔ چنانچہ اس کتاب میں پیشین گوئی اور اس کے ظہور کو حتی المقدور ایک ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ قاری کے سامنے صرف ایک نظری بحث نہ ہو بلکہ وہ ان واقعات پر بھی غور کر سکے جن کی خبر پہلے دی جاچکی تھی اور پھر وقت نے انہیں حقیقت بنا کر دکھا دیا۔

یہاں ایک بنیادی بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ **علمِ غیب بالذات** اللہ پاک کی خاص صفت ہے۔ اللہ پاک کا علم ازلی، ابدی، ذاتی اور غیر محدود ہے، جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو غیب کی جو خبریں عطا ہوتی ہیں وہ اللہ پاک کے عطا فرمانے سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ کے ذکر سے مراد **علمِ غیبِ عطائی** ہے؛ یعنی وہ علم جسے اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔

اس کتاب کی تکمیل کا ایک اہم پہلو

یہ کتاب اگرچہ مولانا ابو حسان محمد انصر خان عطاری المدنی کی تصنیف ہے، مگر اس پر

نظر ثانی، تصحیح، تحقیق، تخریج کی تفتیش و تکمیل اور علمی و اشاعتی ترتیب کے تمام مراحل شعبہ ماہنامہ خواتین (دعوت اسلامی) نے سرانجام دیئے ہیں۔

اصل مواد میرے سامنے آیا تو اس پر محض ظاہری پروف ریڈنگ پر اکتفا کرنا مناسب محسوس نہ ہوا۔ موضوع کی نوعیت ایسی تھی کہ قرآنِ پاک کی آیات، احادیثِ مبارکہ، ان کے حوالہ جات، تاریخی واقعات اور ان سے متعلق توضیحات کی صحت و نسبت کو دوبارہ جانچنا ضروری تھا۔ چنانچہ کتاب کے مختلف مقامات پر موجود تخاریج اور حوالہ جات کی **ری چیکنگ اور تفتیش** کی گئی، جہاں تخریج موجود تھی وہاں اسے دوبارہ جانچا گیا، اور جہاں تخریج متروک، نامکمل یا تشنۂ تکمیل محسوس ہوئی وہاں اسے مکمل کرنے کی کوشش کی گئی۔

اسی طرح مکمل کتاب پر بھی نظر ثانی کی گئی۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں املائی، نحوی، لفظی اور معنوی تصحیح کی گئی، عبارت کے باہمی ربط کو بہتر کیا گیا اور اس بات کی کوشش کی گئی کہ علمی مواد ایک مربوط اور قابلِ مطالعہ کتابی صورت میں سامنے آئے۔ مقصد یہ نہیں تھا کہ اصل مواد کی روح یا اس کے بنیادی منہج کو تبدیل کر دیا جائے، بلکہ کوشش یہ رہی کہ موجودہ مواد کو تحقیق، صحت، ترتیب اور پیش کش کے اعتبار سے زیادہ مستند اور قابلِ استفادہ بنایا جائے۔

چونکہ کتاب محض ایک علمی موضوع پر مشتمل نہیں بلکہ اس میں عقائد اور شرعی مسائل سے متعلق بعض حساس مقامات بھی شامل ہیں، اس لیے دار الافتاء اہلسنت کے مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی۔ یوں کتاب کی تیاری کے دوران علمی تحقیق کے ساتھ شرعی احتیاط کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا۔

نیز اس تحریر کو باقاعدہ کتابی شکل دینے، ابواب و عنوانات کی ترتیب، صفحات کی فارمیشن، عبارت کی نشست، حواشی و حوالہ جات کی ترتیب، پروف ریڈنگ اور طباعتی تقاضوں اور مجلس المدینۃ العلمیۃ کے طے شدہ مدنی پھولوں کے مطابق تیاری کے مراحل سے گزارا گیا۔ تاکہ کتاب ایک منتشر یا ابتدائی مسودے کے بجائے ایک مرتب، منقح اور قابلِ استفادہ علمی کاوش کی صورت میں سامنے آئے۔

کتاب کا منہج

اس کتاب میں قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ ایسی پیشین گوئیوں کو موضوع بنایا گیا ہے جن کا تعلق مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے تھا اور جن کا ظہور بعد میں ہوا۔ کتاب کی ترتیب میں حتی المقدور یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے پیشین گوئی کو ذکر کیا جائے، پھر اس کا مفہوم واضح کیا جائے اور اس کے بعد اس کے ظہور یا تاریخی مصداق کو بیان کیا جائے۔

ابتدا میں قرآنِ پاک کی 22 پیشین گوئیوں اور ان کے ظہور کو پیش کیا گیا ہے، جبکہ بعد میں احادیثِ مبارکہ سے متعلق 28 پیشین گوئیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس دوران مختلف نوعیت کے واقعات سامنے آتے ہیں؛ کہیں فتوحات کی خبر ہے، کہیں فتنوں اور معاشرتی تغیرات کی پیشین گوئی، کہیں بعض افراد کے مستقبل کے حالات کی خبر ہے اور کہیں ایسے واقعات کا ذکر ہے جن کا ظہور کئی برس یا کئی نسلوں بعد ہوا۔

احادیثِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو آنے والے حالات سے بھی آگاہ فرمایا اور متعدد فتنوں سے پہلے ہی خبردار کر دیا۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے ظہور کی

خبر بھی اسی سلسلے کا ایک اہم حصہ ہے۔ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور بعد کے دیگر مدعیانِ نبوت کا ذکر اس اعتبار سے اہم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو ان جیسے فتنوں سے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔ اس سے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت نمایاں ہوتی ہے، وہیں ختمِ نبوت کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

اس کتاب کا مقصد محض کسی فرد یا گروہ کے رد میں مواد فراہم کرنا نہیں، بلکہ اصل مقصود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت اور علومِ غیب کے ان شواہد کو سامنے لانا ہے جن کی تائید واقعات اور تاریخ سے ہوتی ہے۔

ایک ادنیٰ خدمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان و عظمت اور رفعتِ علمی کے بیان میں حصہ لینا ہر مسلمان کے لیے سعادت کی بات ہے۔ یقیناً حضور کی شان بیان کرنے کا حق کوئی ادا نہیں کر سکتا، کیونکہ حضور کی مدح و ثنا خود ربِّ کریم نے فرمائی ہے۔ تاہم محبتِ رسول کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی استطاعت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کے تذکرے میں اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کرتا رہے۔

ہمیں بھی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس کتاب کے مختلف مراحل میں خدمت کا موقع ملا۔ یہ کام کسی ایک مرحلے کا نام نہیں بلکہ مسلسل نظر، تحقیق، تصحیح اور نگرانی کا نتیجہ ہے۔ اس دوران جہاں اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کی گئی، وہیں یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہی کہ علمی کام میں احتیاط، دیانت اور نسبت کی حفاظت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی لیے کوشش کی گئی کہ جس بات کی تحقیق ممکن ہو اسے تحقیق کے ساتھ پیش کیا جائے اور

جہاں مزید علمی رہنمائی کی ضرورت ہو وہاں اہلِ علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

اگر اس کتاب کی موجودہ ترتیب، حوالہ جات کی تکمیل، عبارت کی اصلاح اور تحقیقی تفتیش سے قاری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ صداقت سمجھنے میں مدد ملے، قرآن و حدیث سے تعلق مضبوط ہو اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت و تعظیم میں اضافہ ہو تو یہی اس کا سب سے بڑا حاصل ہو گا۔

آخر میں بارگاہِ ربِّ کریم میں دعا ہے کہ اللہ پاک اس کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اصل مصنف کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کتاب کی تیاری میں شریک تمام افراد کی محنتوں کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، تحقیق و تصحیح میں ہونے والی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اس کتاب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ اقدس کے بیان اور حضور کی صداقت کے روشن شواہد عام کرنے کا ذریعہ بنائے۔ نیز

اللہ پاک ہمیں حق کو حق سمجھ کر قبول کرنے، قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ سے سچی وابستگی رکھنے، نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت و محبت کو دل میں بسانے اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

ابو الابصار ابرار اختر القادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ خواتین (دعوتِ اسلامی)

پیش لفظ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

امابعد! فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ پاک اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ صداقت کا کون انکار کر سکتا ہے! لیکن بے خرد و بے عقل افراد کی زبانِ بے لگام اس پر دراز ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اور جب انہی میں سے کوئی فرد تحقیقات کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے تو خود اپنے ہی منہ سے اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقت کا اقرار کرتا نظر آتا ہے۔

بحیثیتِ مسلمان یقیناً اللہ پاک اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرامین کے سامنے ہمارے سر جھکے ہوئے ہیں، لیکن دل اس بات کی طرف بھی مائل ہے کہ دنیا پر ظاہر کیا جائے کہ خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرامین میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث سے چند ایسی پیشین گوئیاں پیشِ خدمت ہیں جن کا ظہور زمانے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی صداقت کا اقرار اپنی زبان سے کیا۔ لیکن اس سے پہلے یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ کس چیز نے میری توجہ اس موضوع کی طرف مبذول کی ہے۔

دراصل نبیِ مختار، غیبوں پر خبر دار، باذنِ پروردگار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ کے اثبات پر بہت سی کتب تحریر کی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود منکرین کے دل ودماغ پر پردہ ہونے کی وجہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ غیبیہ کا نہ صرف انکار کرتے

ہیں بلکہ اُس مبارک ذات میں دن رات نقص تلاش کرنے کی ناکام کوششیں کرتے رہتے ہیں، جسے اللہ پاک نے بے عیب پیدا فرمایا ہے۔ امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وہ کمال حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان وعظمت اور رفعتِ علمی کو بیان کرنے والوں میں میرا نام بھی لکھا جائے، اسی نظریے کے پیشِ نظر میرے دل میں ایک عرصہ سے یہ بات تو تھی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علومِ شریف پر کچھ لکھنا ہے، لیکن طرزِ تحریر کا تعین نہیں ہو پا رہا تھا۔ بالآخر فیضانِ مرشد سے ایک منفرد طرز ذہن میں آئی، جسے دل نے قبول کیا اور الحمدللہ ربِّ العالمین! میں نے اسے عملی جامہ پہنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

میں نے ابتداءً ایسی احادیث پیش کی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کسی آئندہ پیش آنے والے واقعے کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے پیشین گوئی فرمائی ہو اور پھر فوراً یا کچھ عرصے بعد اس پیشین گوئی کا ظہور بھی ہو گیا ہو۔ چنانچہ پہلے پیشین گوئی اور پھر پیشین گوئی کا ظہور تحریر کر کے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ان پیشین گوئیوں کے ظہور کے باوجود بھی علمِ غیبِ مصطفیٰ کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے دن کے وقت نکلے ہوئے سورج

کا انکار کرنا۔

کچھ عرصے بعد اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول ہوئی کہ قرآنی آیات میں کی گئی پیشین گوئیوں کو اس موضوع کا حصہ بنانا کسی فائدے سے خالی نہ ہو گا۔ یوں ابتداءً قرآنِ پاک کی پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور، اور پھر احادیثِ مبارکہ کی پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور بیان کر کے اپنی کاوش کو مکمل کیا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ مالکِ کریم میری اس کاوش کو اپنی بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا درجہ عطا فرما کر لئیمِ بے قدر پر اپنے لطف و کرم کا مزید اضافہ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

دعائے بے حساب مغفرت کا طالب

ابو حسان محمد انصر خان عطاری المدنی عفی عنہ



قرآن مجید میں مذکور 22 پیشین گوئیاں اور اُن کا ظہور

22 قرآنی پیشین گوئیاں

قرآنِ کریم وہ عظیم کتاب ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل فرمایا۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے، اور اگر کوئی ایسا کہے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

کفارِ قریش کی یہ روش تھی کہ وہ اس مقدس کتاب کے بارے میں کہتے تھے کہ قرآن میں جو باتیں موجود ہیں، وہ اہلِ کتاب میں سے کسی عالم کی مدد سے لکھی گئی ہیں۔ کبھی کہتے کہ بحیرا راہب نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو یہ سب باتیں سکھائی ہیں، اور کبھی کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دینِ مسیحی کا کچھ علم صہیب رومی سے حاصل کیا ہے؛ لیکن ان تمام الزامات پر ان کے پاس نہ کوئی ثبوت تھا اور نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ قرآنِ پاک اس ذاتِ عالی کا کلام ہے جو خود بے مثل ہے۔

وہ ایسی عظیم ذات ہے جو خود مخلوق نہیں، بلکہ ساری مخلوق کو نہ صرف پیدا کرنے والی ہے بلکہ انسان کو علم سکھانے والی بھی ہے۔

کلامِ الٰہی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کلام اللہ پاک کے سوا کسی اور کا ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآنِ پاک کا یہ بھی اعجاز ہے کہ جس طرح اس میں غیوبِ ماضیہ کی خبریں موجود ہیں، اسی طرح غیوبِ مستقبلہ کی خبریں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ بطورِ مثال چند پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور پیشِ خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیے!

1-پیشین گوئی

پارہ نمبر 1، سورۃ البقرہ کی آیات 23،24 میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ قرآنِ مجید کی ایک بھی ایسی سورت بنا کر لانے پر کوئی شخص قادر نہ ہو گا جو فصاحت و بلاغت، حسنِ نظم و ترتیب اور غیب کی خبروں کے اعتبار سے قرآنِ پاک کی مثل ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚ۬ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہر گز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانۂ مبارک میں، اور اس وقت سے لے کر اب تک، اسلام کے مخالفین اور معاندین کثرت سے رہے ہیں، مگر کوئی بھی قرآنِ پاک کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بنا کر پیش نہ کر سکا اور نہ ہی آئندہ کر سکے گا۔

2-پیشین گوئی

اہلِ یہود کے باطل دعووں میں سے ایک یہ دعویٰ تھا کہ جنتِ خاص انہی کے لیے ہے۔ان کے اس دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تمہارے زعم (گمان) میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے، نیز اعمال کی کوئی حاجت نہیں، تو جنتی نعمتوں کے مقابلے میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو؟ موت کی تمنا کرو، کیونکہ تمہارے دعوے کی بنا پر وہ تمہارے لیے باعثِ راحت ہے۔اگر تم موت کی تمنا نہ کروگے تو یہ تمہارے کذب (یعنی جھوٹ) کی دلیل ہوگی۔لہٰذا سورۂ البقرہ کی آیت نمبر 94 میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ اہلِ یہود میں سے کوئی بھی، باوجود قدرت، موت کی تمنا نہیں کرے گا۔چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۴﴾ **ترجمۂ کنزالایمان:** تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ کسی یہودی نے، باوجودِ قدرت، موت کی تمنا نہ کی۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو مر جاتے اور دوزخ میں اپنی جگہ ضرور دیکھ لیتے۔[1]

(1): تفسیر درمنثور، 1/220

ایک اور حدیثِ شریف میں ہے: اگر وہ (یعنی یہودی) موت کی تمنا کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔[1]

موت سے محبت

موت سے محبت اور اللہ پاک کی ملاقات کا شوق مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (ہر نماز کے بعد) یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ یعنی یارب مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے وفات نصیب فرما۔[2]

عمومی طور پر تمام اکابرِ صحابہ، اور بالخصوص شہدائے بدر و اُحد اور اصحابِ بیعتِ رضوان رضی اللہ عنہم، راہِ خدا میں موت سے محبت رکھتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایران والوں کو جو خط بھیجا، اس میں تحریر فرمایا: اِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُّحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَا یُحِبُّ الْفَارَسُ الْخَمْرَ۔ یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ پاک کی راہ میں شہید ہو جانے کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا ایرانی لوگ شراب سے محبت رکھتے ہیں۔[3]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس طرح کا خط حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایرانی لشکر کے سپہ سالار رُستم بن فرخ زاد کے پاس بھیجا تھا اور اس میں تحریر فرمایا

---

(1): تفسیر بغوی، 1/40

(2): بخاری، 1/622، حدیث: 1890

(3): معجم کبیر، 4/105 حدیث: 3804

تھا: اِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُّحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا یُحِبُّ الْفَارِسُ الْخَمْرَ۔ یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا عجمی شراب کو مرغوب رکھتے ہیں۔ (1)

اس میں لطیف اشارہ تھا کہ شراب کی ناقص مستی کو محبتِ دنیا کے دیوانے پسند کرتے ہیں، جبکہ اللہ والے موت کو محبوبِ حقیقی کے وصال کا ذریعہ سمجھ کر محبوب جانتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہلِ ایمان آخرت کی رغبت رکھتے ہیں اور اگر لمبی عمر کی تمنا بھی کریں تو اس لیے کہ انہیں نیکیاں کرنے کے لیے کچھ اور مہلت مل جائے، جس سے وہ آخرت کے لیے ذخیرۂ سعادت میں اضافہ کر سکیں اور اگر گزشتہ زندگی میں گناہ ہوئے ہیں تو ان سے توبہ واستغفار کر لیں۔ البتہ دنیوی مصائب سے تنگ آکر وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کرتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص دنیوی مصیبت سے پریشان ہو کر موت کی تمنا نہ کرے، اور اگر موت کی تمنا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک زندہ رہنا میرے لیے بہتر ہے، اس وقت تک مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لیے وفات بہتر ہو تو اس وقت مجھے وفات دے دے۔ (2)

تفسیر صراط الجنان میں ہے: دنیوی پریشانیوں سے تنگ آکر موت کی دعا کرنا صبر ورضا وتسلیم وتوکل کے خلاف ہے اور ناجائز ہے۔ (3)

---

(1): تفسیر عزیزی، 2/403

(2): بخاری، 4/13، حدیث: 5671

(3): تفسیر صراط الجنان، 1/170

3-پیشین گوئی

روم کے عیسائیوں نے یہودیوں پر حملہ کرکے ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا، ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا، توریت کو جلا دیا، بیت المقدس کو ویران کر دیا، اس میں نجاستیں ڈالیں اور خنزیر ذبح کیے۔یوں بیت المقدس خلافتِ فاروقی تک اسی ویرانی کی حالت میں رہا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں مسلمانوں نے اسے دوبارہ آباد کیا۔[1]

بیت المقدس کو ویران کرنے والوں کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ انہیں دنیا میں رسوائی ہو گی اور آخرت میں بڑا عذاب ہو گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾

(پ1، البقرہ:114)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

پیشین گوئی کا ظہور

بیت المقدس کو ویران کرنے والوں کے قتل کیے جانے کی پیشین گوئی کا ظہور اس

(1): تفسیر خازن، 1/81

طرح ہوا کہ وہ قتل کیے گئے، گرفتار ہوئے اور جلاوطن کر دیے گئے۔ خلافتِ فاروقی و عثمانی میں ملکِ شام ان کے قبضے سے نکل گیا اور وہ بیت المقدس سے ذلت کے ساتھ نکال دیے گئے۔

مسجدوں اور مسجدوں سے تعلق رکھنے والوں سے نفرت کرنے والوں کو یہ وعید ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔[1]

بعض کے نزدیک اس سے مراد مشرکینِ عرب ہیں، جنہوں نے حدیبیہ کے سال پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان کو بیت الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اس صورت میں یہ پیشین گوئی ہجرت کے نویں سال پوری ہوئی، جب حضورِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ارشاد سے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم نے موسمِ حج میں منادی کرا دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔[2]

(1): تفسیر صراط الجنان، 1/194

(2): عمدۃ القاری، 3/291، حدیث: 369

4-پیشین گوئی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے شکست دی اور مدینۂ طیبہ واپس تشریف لائے تو یہودیوں نے کہا: قریش تو فنونِ حرب (جنگی طریقوں) سے نا آشنا ہیں، اسی لیے شکست کھا گئے۔ اگر ہمارا مقابلہ ہوا تو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں۔[1]

انہیں یہ غیبی خبر دی گئی کہ وہ دنیا میں مغلوب ہوں گے، قتل کیے جائیں گے، گرفتار کیے جائیں گے، ان پر جزیہ مقرر کیا جائے گا اور آخرت میں دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ چنانچہ پارہ 3، سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر 12 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: فرما دو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی بُرا بچھونا۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں یہودی قتل بھی ہوئے، گرفتار بھی کئے گئے اور اہلِ خیبر پر جزیہ بھی مقرر کیا گیا اور قیامت کے دن انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔[2]

---

(1): تفسیر درمنثور، 2/158

(2): تفسیر صراط الجنان، 1/442

5-پیشین گوئی

یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے، جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رضی اللہ عنہم، یہودیوں کے سردار ان کے دشمن ہوگئے تھے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اللہ پاک نے ایمان لانے والوں کو مطمئن فرما دیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے، بلکہ غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہو گا اور یہودیوں کا انجام ذلت و رسوائی ہو گا۔

مزید یہ کہ اگر اہلِ کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور مسلمانوں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکیں گے۔ چنانچہ،

یہودیوں کے بارے میں درجِ ذیل پیشین گوئیاں فرمائی گئیں:

1. یہود مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔
2. اگر یہود مسلمانوں سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔
3. شکست کھانے کے بعد یہود میں قوت و شوکت نہ رہے گی۔
4. یہود ہمیشہ ذلیل رہیں گے مگر یہ کہ دوسروں کی پناہ میں ہوں۔
5. یہود مغضوب رہیں گے۔
6. یہود کی سلطنت کہیں نہ ہو گی بلکہ مَسکَنَت میں (یعنی کسی نہ کسی کے زیر اثر) رہیں گے۔ چنانچہ،

پارہ4، سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر111، 112 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی اُن پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضبِ الٰہی کے سزاوار ہوئے اور اُن پر جمادی گئی محتاجی۔

پیشین گوئیوں کا ظہور

مذکورہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہود زبانی طعن اور سبّ وشتم کے سوا مسلمانوں کو کوئی بڑا ضرر (یعنی نقصان) نہ پہنچا سکے۔

یہودِ بنی قینقاع، بنی قریظہ، بنی نضیر اور یہودِ خیبر نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا، مگر مغلوب ہوئے۔ صحابۂ کرام نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی۔ پھر ان کے کہیں پاؤں نہ جم سکے اور ان کی شان وشوکت جاتی رہی۔

یہود ہمیشہ مختلف ملکوں میں قتل، غارت، قید اور ذلت کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ روئے زمین پر کہیں ان کی مستقل سلطنت قائم نہ ہو سکی۔ اگر وہ دوسرے ملکوں میں پناہ گزیں رہے بھی ہیں تو وہاں کے بادشاہوں یا لوگوں کی عنایت ہی سے ایسا ہوتا رہا ہے۔[1]

(1): سیرت رسول عربی، ص423

6-پیشین گوئی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض ایسے عربوں کے بارے میں خبر ارشاد فرمائی جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد دین سے پھر جائیں گے، مگر اللہ پاک کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے جو انہیں مغلوب کر دیں گے۔

وہ صفات کون سی ہیں؟ پہلے آیتِ مبارکہ ملاحظہ فرمایئے، پھر ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ پارہ نمبر6، سورۂ المائدہ کی آیت نمبر54 میں ارشادِ الٰہی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد پوری ہوئی، جب عرب کے کئی قبیلے دینِ اسلام سے منحرف ہوگئے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، باوجود اختلافِ آراء، ان کے ساتھ جہاد

کیا، انہیں مغلوب کیا، اور یہ آیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقانیت پر بھی دلیل ہے۔[1]

عمدہ صفات کے حامل افراد جن خصوصیات سے متصف ہیں، وہ یہ ہیں:

1. وہ اللہ پاک کے محبوب ہیں۔
2. وہ اللہ پاک سے محبت کرتے ہیں۔
3. مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔
4. کافروں کے مقابلے میں سختی سے پیش آنے والے ہیں۔
5. راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔
6. حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ حق گو اور حق گوئی میں بے باک ہیں۔

مذکورہ صفات کے حامل افراد

بیان کردہ صفات کے حامل افراد کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔چند اقوال پیشِ خدمت ہیں:

1. حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہُ عنہم نے فرمایا کہ اس سے مراد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

---

(1):سیرت رسول عربی، ص426

2. حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہُ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ ان کی قوم ہے۔
3. ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہلِ یمن ہیں، جن کی تعریف بخاری و مسلم کی احادیث میں آئی ہے۔
4. مفسر سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد انصار ہیں، جنہوں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت کی۔

ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ بیان کردہ تمام حضرات کا ان صفات سے متصف ہونا صحیح ہے۔[1]

کامل مسلمان کا نمونہ

اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کر دیا گیا ہے کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا تھا اور ہر بار اجرت میں ایک کھوٹا سکہ دے جاتا تھا۔ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ وہ سکہ لے لیتے تھے۔ ایک بار آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ لینے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رحمۃُ اللہِ علیہ واپس تشریف لائے اور

(1): تفسیر خازن، مائدہ، تحت الآیۃ: 54، 1/ 504، 505

انہیں یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تم نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی خاموشی سے لے لیتا ہوں، تاکہ وہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہُ عنہما سے روایت ہے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ساتھیوں کے لیے بہتر ہوں، اور اللہ پاک کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کے لیے بہتر ہوں۔ (2)

حق گوئی

قاضی ابو حازم رحمۃُ اللہِ علیہ انصاف کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ خلیفۂ وقت معتضد باللہ نے آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے، لیکن نقد رقم ادا نہیں کی۔ وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرض خواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کیے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کر دیا، مگر مجھے اس مال میں سے کچھ بھی نہیں ملا، حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا، اسی طرح میرا بھی تھا۔ لہٰذا مجھے بھی میرا حصہ دیا جائے۔

---

(1): احیاء علوم الدین، 3/87

(2): ترمذی، 3/379، حدیث: 1951

پیغام پاکر قاضی ابو حازم رحمۃُ اللہِ علیہ نے قاصد سے فرمایا: خلیفہ سے کہنا کہ اللہ پاک آپ کی عمر دراز فرمائے۔ وہ وقت یاد کیجیے جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اُتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔ اے خلیفہ! اب فیصلہ کرنا میرے اختیار میں ہے، اور میرے لیے گواہوں کے بغیر کسی مدعی کے حق میں فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔

جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں۔ میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا۔ اگر وہ شہادت کے تقاضوں پر پورے اُترے تو ان کی گواہی قبول کرلوں گا، ورنہ وہی فیصلہ قابلِ عمل رہے گا جو میں کر چکا ہوں۔

جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو وہ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت میں آنے سے انکار کر بیٹھے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے خلیفہ معتضد باللہ کا دعویٰ رد کر دیا اور اسے کچھ بھی نہ بھجوایا۔[1]

(1): عیون الحکایات، ص241، 242

7-پیشین گوئی

پہلے پہل صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پاسبانی کیا کرتے تھے، مگر جب اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور حضور کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی کہ انہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اس وقت سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حراست موقوف کر دی گئی۔

چنانچہ پارہ نمبر6، سورۂ المائدہ کی آیت نمبر67 میں ارشادِ الٰہی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اظہر من الشمس ہے، کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین، باوجود کینہ وعداوت کے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے قتل پر قادر نہ ہو سکے۔ اسی طرح حضور کے وصالِ ظاہری سے اب تک حضور کا جسدِ مبارک مرقدِ منور میں صحیح وسالم ہے، اور قیامت تک صحیح وسالم رہے گا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی قبرِ منور میں حیاتِ ظاہری کے ساتھ متصف ہیں۔

علامہ سَمہودی رحمۃُ اللہِ علیہ کی کتاب **وفاء الوفا باخبار دار المصطفی** میں ہے:

سلطانِ عادل نور الدین (محمود بن زنگی) شہید کے عہدِ سلطنت میں نصاریٰ نے ایک بہت بڑے کام کا ارادہ کیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ اس میں کامیاب ہو جائیں گے، مگر اللہ پاک اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہتا، خواہ منکر برا مانیں۔

وہ معاملہ یہ تھا کہ سلطان نور الدین رات کو تہجد اور اپنے معمول کے وظائف پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات تہجد کے بعد سو گئے۔ خواب میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور دو سرخ رنگ کے اشخاص کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے: میری مدد کرو، اور مجھے ان دونوں سے بچاؤ۔

سلطان گھبرا کر بیدار ہوئے، وضو کیا، نماز پڑھی اور دوبارہ سو گئے، مگر پھر وہی خواب دیکھا۔ دوبارہ بیدار ہوئے، نماز ادا کی اور پھر سو گئے، لیکن تیسری مرتبہ بھی وہی خواب دیکھا۔ اس پر بیدار ہو کر کہنے لگے: اب نیند باقی نہیں رہی۔

سلطان کا وزیر ایک نہایت صالح شخص تھا، جس کا نام جمال الدین موصلی تھا۔ رات ہی اسے بلا کر سارا ماجرا سنایا۔ وزیر نے عرض کی: آپ یہاں کیسے بیٹھے ہیں؟ اسی وقت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف روانہ ہو جایئے، اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھیے۔

یہ سن کر سلطان نے باقی رات ہی میں سفر کی تیاری کر لی اور بیس آدمیوں کے ساتھ تیز رفتار سواریوں پر روانہ ہو گئے۔ وزیر بھی بہت سا سامان لے کر ان کے ساتھ تھا۔ سولہ دن میں مدینۂ منورہ پہنچے۔ شہر سے باہر غسل کیا، پھر مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے، روضۂ منورہ میں نماز ادا کی، زیارت سے مشرف ہوئے، پھر بیٹھ گئے اور حیران تھے کہ اب کیا کریں۔

جب اہلِ مدینہ مسجد میں جمع ہوئے تو وزیر نے اعلان کیا: سلطان نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ

وسلم کی زیارت کے ارادے سے آئے ہیں اور خیرات کے لیے اپنے ساتھ بہت سامال لائے ہیں، لہٰذا یہاں رہنے والوں کے نام لکھو۔ اس طرح تمام اہلِ مدینہ کے نام لکھ لیے گئے۔

سلطان نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جو شخص صدقہ لینے آتا، سلطان اسے بغور دیکھتے، تاکہ وہ صورت وشکل پہچان سکیں جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خواب میں دکھائی تھی۔

جس شخص میں وہ حلیہ نہ پاتے، اسے صدقہ دے کر فرمادیتے: چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمام لوگ آچکے۔ سلطان نے پوچھا: کیا کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جس نے صدقہ نہ لیا ہو؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں۔

سلطان نے فرمایا: اچھی طرح غور کرو۔ اس پر انہوں نے عرض کی: اور تو کوئی باقی نہیں، البتہ دو مغربی شخص ہیں، جو کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ پارسا اور دولت مند ہیں اور محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں۔

یہ سن کر سلطان خوش ہوگیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب وہ لائے گئے تو سلطان نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دونوں ہیں جن کی طرف نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا تھا: میری مدد کرو اور مجھے ان دونوں سے بچاؤ۔

سلطان نے ان سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم دیارِ مغرب سے حج کرنے کے لیے آئے ہیں، اس لیے ہم نے اس سال نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مجاورت اختیار کی ہے۔

سلطان نے فرمایا: سچ سچ بتاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ پھر سلطان نے لوگوں سے پوچھا: یہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حجرۂ شریف کے قریب ایک رباط (یعنی مسافر خانے) میں رہتے ہیں۔

یہ سن کر سلطان نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے مکان میں پہنچا۔ وہاں بہت سا مال، دو قرآنِ پاک اور وعظ و نصیحت کی کتابیں ملیں، مگر ان کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔

اہلِ مدینہ نے ان کی بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ بڑے سخی اور فیاض ہیں، صائم الدہر ہیں، روضۂ شریف میں صلوٰۃ و سلام اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زیارت کے پابند ہیں، ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، ہر ہفتے کے دن قباء کی زیارت کرتے ہیں، کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے، اور ان کی فیاضی کی وجہ سے اس قحط سالی میں مدینۂ منورہ میں کوئی محتاج نہیں رہا۔

یہ سن کر سلطان نے فرمایا: سبحان اللہ! لیکن اپنے خواب کا ذکر نہ کیا۔ اس کے بعد سلطان خود اس مکان میں پھرنے لگا۔ ایک چٹائی اٹھائی تو اس کے نیچے ایک تہہ خانہ نظر آیا، جو حجرۂ شریف کی طرف کھودا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر لوگ گھبرا گئے۔ اس وقت سلطان نے فرمایا: اب اپنا حال سچ سچ بتاؤ۔ پھر انہیں سخت مارا۔ پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں۔ ہمیں نصاریٰ نے مغربی حاجیوں کے بھیس میں بھیجا ہے اور بہت سا مال دے کر کہا ہے کہ کسی حیلے اور وسیلے سے حجرۂ شریف تک پہنچ کر جسدِ مبارک کو نکالنے کی تدبیر کرو۔

بھیجنے والے عیسائیوں کا یہ وہم تھا کہ اللہ پاک انہیں اس کام پر قادر کر دے گا اور وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ دونوں حجرۂ شریف کے سب سے

قریب واقع مسافر خانے میں ٹھہرے اور اسی منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔

وہ رات کے وقت کھدائی کرتے تھے۔ ہر ایک کے پاس مغربیوں کے لباس کے مطابق چمڑے کی ایک تھیلی تھی۔ جتنی مٹی نکلتی، وہ اپنی اپنی تھیلی میں بھر لیتے، پھر دونوں جنت البقیع کی زیارت کے بہانے نکل جاتے اور وہ مٹی قبروں پر بکھیر آتے۔ کچھ عرصہ تک وہ اسی طرح کرتے رہے۔ جب کھدائی کرتے کرتے حجرۂ شریف کے قریب پہنچ گئے تو آسمان میں زور دار گرج پیدا ہوئی، بجلی چمکی اور ایسا زلزلۂ عظیم آیا کہ گویا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے۔ اسی رات کے بعد صبح سلطان نور الدین وہاں پہنچ گئے، اور دونوں کی گرفتاری عمل میں آئی، جس کے بعد انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔

جب سلطان نور الدین پر ان کا حال پوری طرح ظاہر ہو گیا اور انہوں نے اللہ پاک کی یہ خاص عنایت دیکھی کہ اس عظیم خدمت کے لیے انہیں منتخب فرمایا گیا، تو وہ بہت روئے اور ان دونوں کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں کو اس جالی کے قریب قتل کر دیا گیا جو حجرۂ شریف کے قریب جنت البقیع سے متصل ہے۔ پھر سلطان نے بہت سا سیسہ منگوایا اور تمام حجرۂ شریف کے گرد پانی کی تہہ تک ایک بڑی خندق کھدوائی۔ پھر سیسہ پگھلایا گیا اور اس سے وہ خندق بھر دی گئی۔ اس طرح حجرۂ شریف کے گرد پانی کی تہہ تک سیسے کی ایک مضبوط دیوار بن گئی۔ پھر سلطان اپنے ملک واپس تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ نصاریٰ کو کمزور کر دیا جائے اور کسی کافر کو عامل نہ بنایا جائے۔[1]

(1): وفاء الوفا باخبار دار المصطفی، 2/648، 651

8-پیشین گوئی

بنو خزاعہ میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے تھے، مگر ہجرت کے بعد مکۂ مکرمہ ہی میں باقی رہے۔ انہیں مشرکین کی طرف سے سخت تکلیفیں پہنچیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیبیہ کے مقام پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور قریش کے درمیان جو عہد وپیمان ہوئے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے حلیفوں کو ایذا نہیں پہنچائیں گے، اور اگر ایک فریق کے حلیف دوسرے فریق کے حلیفوں سے جنگ کریں تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

مگر کفارِ قریش نے اس عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حلیف قبیلۂ خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کو ہتھیار وغیرہ دے کر مدد فراہم کی، جس سے خزاعہ کا جانی نقصان ہوا۔ اس پر خزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ تب قرآنِ پاک میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ مسلمانوں کو نصرت حاصل ہوگی اور بعض کفار توبہ کرکے ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ پارہ نمبر 10، سورۂ التوبہ کی آیت نمبر 14، 15 میں ارشادِ الٰہی ہے:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دیگا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا

کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ آیاتِ مبارکہ میں بیان کردہ پیشین گوئیاں اس طرح ظاہر ہوئیں کہ مسلمانوں کو فتحِ مکہ نصیب ہوئی، اور کفار میں سے بعض افراد، جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ، ایمان سے مشرف ہو گئے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار سے ایسا بدلہ لینا، جس سے مسلمانوں کے دلوں کا رنج دور ہو، جائز ہے، بلکہ بعض اوقات ضروری بھی ہوتا ہے، البتہ اس میں ظلم و زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

9-پیشین گوئی

جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے تیاری فرمائی تو جد بن قیس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بہت شیدائی ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے آپ مجھے یہیں ٹھہر جانے کی اجازت دے دیجیے اور ان عورتوں کے فتنے میں نہ ڈالیے۔ میں اپنے مال سے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مدد کروں گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اس کا محض ایک حیلہ تھا، اور اس کے پیچھے نفاق کے سوا کوئی اور سبب نہ تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی۔

اس منافق کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ یہ تو موجودہ وقت میں بھی فتنے ہی میں مبتلا ہے، کیونکہ اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کرنا اور جہاد کی مشقت سے اعراض کرنا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ نیز یہ کفر ہی پر مرے گا اور جہنم میں جائے گا۔ چنانچہ پارہ نمبر 10، سورۂ التوبہ کی آیت نمبر 49 میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَ لَا تَفْتِنِّیْؕ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْاؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ(۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے اور بیشک جہنّم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ واقعی جدّ بن قیس اپنے کفر نفاق کی حالت میں ہی دنیا سے چلا گیا اور واصل جہنم ہوا۔[1]



(1) سیرت رسول عربی، ص433

10-پیشین گوئی

ایک شخص، ثعلبہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس کے لیے مال دار ہونے کی دعا فرمائیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال، جس کا تو شکر ادا کر سکے، اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کر سکے۔

دوبارہ ثعلبہ حاضر ہوا اور یہی درخواست کی۔ اس نے عرض کیا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے! اگر وہ مجھے مال عطا فرمائے گا تو میں ہر حق والے کا حق ضرور ادا کروں گا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ اللہ پاک نے اس کی بکریوں میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ وہ اتنی بڑھ گئیں کہ مدینۂ منورہ میں ان کی گنجائش نہ رہی۔ اس پر ثعلبہ انہیں لے کر جنگل میں چلا گیا اور جمعہ وجماعت کی حاضری سے بھی محروم ہو گیا۔

حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کا حال دریافت فرمایا تو صحابۂ کرام نے عرض کی: اس کا مال بہت زیادہ ہو گیا ہے، اور اب جنگل میں بھی اس کے مویشیوں کی گنجائش نہیں رہی۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ثعلبہ پر افسوس!

پھر جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھیجا تو لوگوں نے اپنے اپنے صدقات ادا کر دیے۔ جب وہ ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اس سے زکوٰۃ طلب کی تو اس نے کہا: یہ تو ٹیکس معلوم ہوتا ہے، جاؤ! میں پہلے اس بارے میں سوچ لوں۔

جب زکوٰۃ وصول کرنے والے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں واپس

حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے کچھ عرض کرنے سے پہلے ہی دو مرتبہ فرمایا: ثعلبہ پر افسوس! اس کے بعد یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں۔ چنانچہ پارہ نمبر 10، سورۂ التوبہ کی آیت نمبر 75 تا 77 میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۷۵) فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ(۷۶) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ(۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بُخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔

پھر ثعلبہ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے اس کے قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا واپس چلا گیا۔

پھر وہی صدقہ خلافتِ صدیقی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کی خدمت میں لے کر آیا، مگر آپ نے بھی اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافتِ فاروقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر آپ نے بھی اسے قبول نہ فرمایا۔ آخر کار خلافتِ

عثمانی میں اسی شخص کا انتقال ہو گیا۔[1]

مذکورہ آیاتِ مبارکہ میں سے آخری آیت میں اس شخص کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ یہ نفاق ہی پر مرے گا اور اسے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہو گی۔

پیشین گوئی کا ظہور

ثعلبہ کے بارے میں جو پیشین گوئی فرمائی گئی تھی، وہ اسی طرح ظاہر ہوئی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک دور میں اس کی زکوٰۃ قبول کی گئی نہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہم نے اس کی زکوٰۃ قبول فرمائی۔ چنانچہ وہ اپنے نفاق پر ہی، بغیر توبہ کے مر گیا۔[2]

ثعلبہ کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی:

ثعلبہ کی توبہ اس لیے قبول نہ ہوئی کہ اس کا توبہ کرنا اور رونا دھونا صدقِ دل سے نہ تھا، بلکہ لوگوں کے درمیان مردود ہونے کی وجہ سے جو ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن چکی تھی، وہ اس سے بچنے کے لیے واویلا کر رہا تھا۔ چونکہ اس کی توبہ اخلاص کے ساتھ نہ تھی، اس لیے وہ مقبول نہ ہوئی۔

ثعلبہ کے نام سے متعلق ایک اہم وضاحت:

یہاں ایک وضاحت کر دینا مناسب ہے، اور وہ یہ ہے کہ تفسیر، حدیث اور سیرت کی عام کتب میں اس شخص کا نام **ثعلبہ بن حاطب** لکھا ہوا ہے، لیکن علامہ ابنِ حجر عسقلانی اور

---

(1): تفسیر مدارک، توبہ، تحت الآیۃ: 75، ص446

(2) سیرت رسول عربی، ص434

علامہ ابنِ اثیر جزری کی تحقیق کے مطابق اس شخص کا نام **ثعلبہ بن حاطب** نہیں، بلکہ **ثعلبہ بن ابی حاطب** ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب ایک بدری صحابی تھے، جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تھے۔ قرآن وحدیث میں بدری صحابۂ کرام کے فضائل کے پیشِ نظر یہ ممکن نہیں کہ وہ اس آیت کے مصداق ہوں۔ مزید یہ کہ جب وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوچکے تھے تو اس شخص پر یہ واقعہ منطبق ہی نہیں ہوسکتا، کیونکہ آیت میں مذکور شخص تو خلافتِ عثمانی میں فوت ہوا تھا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آیت میں جس شخص کا ذکر ہے، وہ ثعلبہ بن حاطب نہیں، بلکہ کوئی اور شخص ہے۔ چنانچہ تفسیرِ ابنِ مردویہ میں مذکور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما کی روایت کے مطابق اس شخص کا نام ثعلبہ بن ابی حاطب تھا۔ علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃُ اللہِ علیہ نے الاستیعاب میں اور علامہ زبیدی رحمۃُ اللہِ علیہ نے اتحاف میں بھی اسی تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: یہ شخص، جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ثعلبہ بن ابی حاطب ہے۔ اگرچہ یہ بھی قبیلۂ اوس سے تھا اور بعض لوگوں نے اس کا نام بھی ثعلبہ بن حاطب لکھا ہے، مگر ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی تھے، جو خود زمانۂ اقدس حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں غزوۂ اُحد کے موقع پر شہید ہوگئے تھے، جبکہ یہ منافق خلافتِ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ میں مرا۔[1]

---

(1): فتاویٰ رضویہ، 26/453-454

اور علامہ شریف الحق امجدی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: صحیح یہی ہے کہ وہ شخص ثعلبہ بن ابی حاطب ہے، جیسا کہ خازن اور اصابہ میں ہے۔ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو مخلص صحابی تھے، جو بدر اور اُحد دونوں غزوات میں شریک ہوئے اور اُحد میں شہید ہوگئے، جبکہ یہ ثعلبہ بن ابی حاطب خلافتِ عثمانی میں مرا۔[1]

(1): فتاوی شارح بخاری، 2/43

11-پیشین گوئی

قرآنِ پاک کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ جس طرح سابقہ آسمانی کتابوں میں لوگوں نے تحریف کر دی تھی، اسی طرح قرآنِ پاک میں کوئی تحریف نہیں کر سکے گا، کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ربِّ کائنات عزوجل نے اپنے ذمہ لی ہے۔ چنانچہ پارہ نمبر 14، سورۂ الحجر کی آیت نمبر 9 میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی اس شان سے ظاہر ہوئی کہ بہت سے غیر مسلم محققین اور مخالفینِ اسلام بھی قرآنِ مجید کے محفوظ رہنے کا اعتراف کرتے ہیں۔ ملاحدہ، معطلہ، بالخصوص قرامطہ نے قرآنِ پاک میں تحریف کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، مگر ایک حرف بھی ادل بدل نہ کر سکے۔

سابقہ آسمانی کتابیں اگرچہ سب کی سب کلامِ الٰہی تھیں، مگر تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صرف قرآنِ مجید ہی وہ مقدس کتاب ہے جو تحریف و تبدیل سے محفوظ رہی ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی، کیونکہ اس کا محافظ خود ربِّ کائنات ہے۔

اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اگر سابقہ آسمانی کتابوں میں تحریف ہو جاتی تھی تو اس کے بعد آنے والا نبی اس کی اصلاح اور وضاحت فرما دیتا تھا، مگر قرآنِ مجید خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل ہوا، جن کے بعد کوئی نیا نبی تشریف نہیں لائے گا جو بفرضِ وقوعِ تحریف اس کی اصلاح فرماتا۔ اسی لیے اللہ پاک نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ کرم پر لی اور اس طرح اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ محبوبیت کو بھی نمایاں فرمادیا۔

علمائے اسلام، قراء اور محدثین ہر دور میں قرآنِ پاک کو تواتر کے ساتھ روایت کرتے رہے ہیں، جن کے بارے میں جھوٹ کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عہدِ مبارک سے لے کر ہر زمانے میں کثیر تعداد میں حفاظِ قرآن موجود رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ امت کے سینوں میں محفوظ رہنا بھی قرآنِ پاک کا ایک امتیازی اعجاز ہے۔

امام بیہقی رحمۃُ اللہِ علیہ نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن اکثم نے کہا: ایک یہودی خلیفہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ گفتگو کی۔ خلیفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی، مگر اس نے انکار کر دیا۔

ایک سال بعد وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا اور علم وفقہ میں بڑی عمدہ گفتگو کی۔ مامون نے اس سے پوچھا: تمہارے اسلام لانے کا سبب کیا ہے؟

اس نے کہا: میں آپ کے پاس سے جا کر مختلف مذاہب کا امتحان لینے لگا۔ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے، ان میں کمی بیشی کی اور انہیں کنیسہ میں بھیج دیا۔ وہ تینوں فروخت ہوگئے۔ پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے، ان میں بھی کمی بیشی کی اور انہیں گرجا میں بھیج دیا۔ وہ بھی فروخت ہوگئے۔

اس کے بعد میں نے قرآنِ مجید کے تین نسخے لکھے اور ان میں بھی کمی بیشی کر دی،

پھر انہیں ورّاقین (کتب فروشوں) کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے جب ان نسخوں کی ورق گردانی کی اور ان میں کمی بیشی دیکھی تو فوراً انہیں پھینک دیا اور خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس سے میں نے یقین کر لیا کہ یہی وہ کتاب ہے جو تحریف سے محفوظ ہے، اسی لیے میں مسلمان ہو گیا۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں: اسی سال میں نے حج کیا اور حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ میں نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کا مصداق خود قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ میں نے عرض کی: وہ کس مقام پر؟

فرمایا: اللہ پاک نے تورات اور انجیل کے بارے میں فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ6، المائدۃ:44)

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

پس ان کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی تھی اور قرآن کی نسبت فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اس لیے قرآن تحریف و تبدیل سے محفوظ رکھا گیا۔[1]

(1): خصائص کبریٰ، 2/185

12-پیشین گوئی

اشرافِ قریش میں سے پانچ افراد ایسے تھے کہ جب بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دیکھتے، آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مذاق اڑاتے اور ٹھٹھا کرتے تھے۔جب ان کی شرارت اور گستاخی حد سے بڑھ گئی تو ان کے انجام کے بارے میں پیشین گوئی فرمادی گئی کہ وہ ہلاک کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ پارہ نمبر 14، سورۂ الحجر کی آیت نمبر 95،96 میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی اس طرح ظاہر ہوئی کہ یہ پانچوں افراد ایک ہی دن یا ایک ہی رات کے اندر ہلاک ہوگئے۔

ان میں سے پہلا عاص بن وائل سہمی تھا۔وہ ایک روز اپنے بیٹے کے ساتھ سیر کے لیے نکلا۔راستے میں ایک درّۂ کوہ (یعنی پہاڑ کے درمیانی راستے) میں اترا۔جونہی اس نے اپنا پاؤں زمین پر رکھا تو کہنے لگا: مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔لوگوں نے اِدھر اُدھر دیکھا، مگر انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے پاؤں میں ورم ہوگیا، یہاں تک کہ وہ اونٹ کی گردن کی مانند پھول گیا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگئی۔

دوسرا حارث بن قیس سہمی تھا۔اس نے نمکین مچھلی کھائی، جس سے اسے سخت

پیاس لگی۔وہ مسلسل پانی پیتا رہا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔مرتے وقت وہ یہی کہتا تھا: مجھے محمد کے رب نے مار ڈالا۔

تیسرا اسود بن مطلب تھا۔وہ اپنے غلام کے ساتھ نکلا اور ایک درخت کی جڑ کے پاس بیٹھ گیا۔حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور اس کا سر درخت سے ٹکرانے لگے۔وہ اپنے غلام سے فریاد کرنے لگا، مگر غلام نے کہا: مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا، آپ ہی ایسا کر رہے ہیں۔چنانچہ وہ اسی حالت میں مر گیا۔چوتھا ولید بن مغیرہ تھا۔وہ بنو خزاعہ کے ایک تیر تراش کی دکان کے پاس سے گزرا۔ایک تیر کا پیکان اس کی چادر کے دامن میں اٹک گیا۔جب اس نے چادر اپنے کندھے پر ڈالنی چاہی تو پیکان سے اس کی شہ رگ کٹ گئی۔خون نہ رکا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

پانچواں اسود بن عبد یغوث تھا۔وہ اپنے گھر سے نکلا تو اسے سخت لُو لگ گئی، جس سے اس کا رنگ حبشی کی طرح سیاہ ہو گیا۔جب وہ گھر واپس آیا تو گھر والوں نے بھی اسے نہ پہچانا۔آخر کار وہ اسی لُو کے اثر سے مر گیا۔[1]

(1):دلائل النبوۃ،1/160

13-پیشین گوئی

کفارِ قریش چاہتے تھے کہ ایذا رسانی کے ذریعے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس قدر بے آرام اور پریشان کر دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ان کفار کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکال دیں گے تو اس کے بعد وہ خود بھی زیادہ عرصہ وہاں نہ رہ سکیں گے۔چنانچہ پارہ نمبر 15، سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 76 میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۷۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس زمین سے ڈگا دیں کہ تمہیں اس سے باہر کر دیں اور ایسا ہو تا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور غزوۂ بدر کے دن ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ و سلم کو ایذاء دینے والے قتل کر دیے گئے۔[1]

(1): تفسیر خازن، اسراء، تحت الآیۃ:76، 3/185

14-پیشین گوئی

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے وحی نازل ہونے کے بعد دس سال تک مکہ مکرمہ میں اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ قیام فرمایا اور کفار کی طرف سے ہونے والی دن رات کی تکالیف پر صبر فرمایا۔ پھر بحکمِ الٰہی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور انصار کے گھروں کو اپنی سکونت سے سرفراز فرمایا۔ مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے۔ روز مرہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلانات ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ صحابۂ کرام ہر وقت خطرے میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے تھے۔ ایک روز ایک صحابی نے عرض کیا: کیا کبھی ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہم ہتھیاروں کے بوجھ سے سبک دوش ہو جائیں؟ اس پر اللہ پاک نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی، جس میں پیشین گوئی ارشاد فرمائی کہ اللہ پاک دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور مسلمانوں کو مشرق ومغرب کے ممالک میں عظیم فتوحات نصیب ہوں گی۔ چنانچہ پارہ نمبر 18، سورۂ النور کی آیت نمبر 55 میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْۗ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو

امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں جو پیشین گوئی اور وعدہ فرمایا گیا تھا، وہ حرف بہ حرف پورا ہوا۔ سرزمینِ عرب سے کفار کا اقتدار ختم ہو گیا، مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، اور اللہ پاک نے مشرق و مغرب کے وسیع علاقوں کو ان کے لیے فتح فرما دیا۔ اکاسرہ کے ممالک اور ان کے خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے، حتیٰ کہ دنیا پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ قائم ہو گیا۔

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ اور آپ کے بعد آنے والے خلفائے راشدین رضی اللہُ عنہم کی خلافت کی بھی روشن دلیل موجود ہے، کیونکہ انہی کے عہدِ مبارک میں عظیم فتوحات حاصل ہوئیں، کسریٰ اور دیگر بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آئے، امن و استحکام قائم ہوا اور دینِ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر بادشاہت ہو گی۔ اس حدیثِ مبارک کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کی خلافت دو سال تین ماہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہُ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہ کی خلافت بارہ سال، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہُ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ، اور حضرت امام حسن رضی اللہُ عنہ کی خلافت چھ ماہ رہی۔ اس طرح خلافتِ راشدہ کی مجموعی مدت تیس سال مکمل ہو جاتی ہے۔[1]

(1): تفسیر خازن، النور، تحت الآیۃ: 55، 3/361

15-پیشین گوئی

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمارہے تھے اور مقامِ جُحفہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے وطنِ مکہ مکرمہ کا خیال آیا۔اس موقع پر اللہ پاک نے حضرت جبرئیلِ امین علیہ السّلام کو بھیجا، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ خوش خبری سنائی، جو ایک عظیم پیشین گوئی بھی تھی کہ اللہ پاک آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دوبارہ مکہ مکرمہ واپس لے آئے گا۔چنانچہ، پارہ نمبر 20، سورۂ القصص کی آیت نمبر 85 میں ارشادِ الٰہی ہے: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور ہجرت کے آٹھویں سال فتحِ مکہ کی صورت میں ہوا، جب اللہ پاک نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو شان وشوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی فتح سے سرفراز فرمایا۔

16-پیشین گوئی

فارس اور روم کے درمیان جنگ جاری تھی۔ چونکہ اہلِ فارس مجوسی تھے، اس لیے مشرکینِ عرب ان کے غلبے کو پسند کرتے تھے، جبکہ رومی اہلِ کتاب تھے، اس لیے مسلمانوں کو ان کا غلبہ پسند تھا۔ خسرو پرویز، بادشاہِ فارس نے رومیوں کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا، جبکہ قیصرِ روم نے بھی اپنا لشکر بھیجا۔ دونوں لشکر سرزمینِ شام کے قریب آمنے سامنے ہوئے، جس میں اہلِ فارس غالب آ گئے۔ یہ خبر مسلمانوں کے لیے باعثِ رنج ہوئی، جبکہ کفارِ مکہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ وہ مسلمانوں سے کہنے لگے: تم بھی اہلِ کتاب سے تعلق رکھتے ہو اور نصاریٰ بھی اہلِ کتاب ہیں، جبکہ ہم اُمّی ہیں اور اہلِ فارس بھی اُمّی ہیں۔ ہمارے بھائی اہلِ فارس تمہارے بھائی رومیوں پر غالب آ گئے ہیں، لہٰذا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔

اس موقع پر سورۂ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن میں یہ عظیم پیشین گوئی فرمائی گئی کہ چند سال کے اندر رومی دوبارہ اہلِ فارس پر غالب آجائیں گے۔

یہ آیات سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ نے کفارِ مکہ میں جا کر اعلان فرمایا: اللہ پاک کی قسم! رومی ضرور اہلِ فارس پر غلبہ حاصل کریں گے۔ اے اہلِ مکہ! تم موجودہ جنگ کے نتیجے پر خوش نہ ہو، کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ اس پر اُبَی بن خلف سامنے آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ سے شرط باندھ لی کہ اگر نو سال کے اندر اہلِ فارس غالب رہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ اسے سو اونٹ دیں گے، اور اگر رومی غالب آ گئے تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کو سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک قمار (جوا) کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ پارہ نمبر 21،

سورۂ الروم کی آیت نمبر 1 تا 5 میں ارشادِ الٰہی ہے:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزّت والا مہربان۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور چند ہی سال بعد ہوا۔ چنانچہ جنگِ بدر یا صلحِ حدیبیہ کے زمانے میں رومی اہلِ فارس پر غالب آگئے۔ انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط کے اونٹ اُبَی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لیے، کیونکہ وہ اس دوران مر چکا تھا۔ پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ شرط میں حاصل ہونے والے اونٹ صدقہ کر دیں۔ یہ غیبی خبر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صداقتِ نبوت اور قرآنِ کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے۔[1]

(1): تفسیر خازن،، الروم، تحت الآیۃ:3، 3/457
تفسیر مدارک، الروم، تحت الآیۃ:4، ص1901 ملتقطا

17-پیشین گوئی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینۂ طیبہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان کے ساتھ امن وامان کے ساتھ مکۂ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں۔ صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان میں سے بعض نے اپنے سر منڈائے ہوئے ہیں اور بعض نے بال ترشوائے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ خواب اپنے صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اسی سال مکۂ مکرمہ میں داخلہ نصیب ہو گا۔

لیکن جب مسلمان صلحِ حدیبیہ کے بعد واپس لوٹے اور اس سال مکۂ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے تو منافقین نے تمسخر اڑایا، طعن و تشنیع کی اور کہنے لگے کہ وہ خواب کیا ہوا؟ اس موقع پر قرآنِ پاک میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا خواب ضرور سچا ثابت ہو گا۔ چنانچہ پارہ نمبر 26، سورۂ الفتح کی آیت نمبر 27 میں ارشادِ الٰہی ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّۚ-لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَۙ لَا تَخَافُوْنَؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا(۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچّا خواب بیشک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ صلحِ حدیبیہ کے اگلے ہی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا خواب سچا ثابت ہوا، اور مسلمان بڑی شان و شوکت کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان نے عمرۂ قضا ادا فرمایا، چنانچہ اللہ پاک کا وعدہ حرف بہ حرف پورا ہوا۔[1]

(1): تفسیر خزائن العرفان، ص945

18-پیشین گوئی

قرآنِ پاک میں کفارِ قریش کی ہزیمت (یعنی شکست) کی پیشین گوئی فرمائی گئی کہ وہ اس طرح شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگیں گے کہ ان میں سے ایک بھی میدان میں قائم نہ رہ سکے گا۔ چنانچہ پارہ نمبر 27، سورۃ القمر کی آیت نمبر 44، 45 میں ارشادِ الٰہی ہے: اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت اٹھانا پڑی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے زرہ پہنے، تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کا تعاقب فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس دن مجھے اس پیشین گوئی کا مطلب پوری طرح سمجھ میں آیا کہ کفارِ قریش ہزیمت اٹھائیں گے اور مسلمان تلوار و نیزے کے ساتھ ان کا تعاقب کریں گے۔

صحیح بخاری، کتاب المغازی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے اور یوں دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ۔

یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرا وعدہ طلب کرتا ہوں یا اللہ! تو اگر (ہم پر کافروں

کو غالب کرنا) چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دستِ مبارک تھام کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عریش سے باہر تشریف لائے اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ (پ27، القمر:45)

ترجمۂ کنزالایمان: اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے۔ (1)

(1): بخاری، 3/6، حدیث:3953

19-پیشین گوئی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہجرت کے چوتھے سال بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا تھا، چنانچہ وہ ملکِ شام چلے گئے۔ یہ یہود کی پہلی جلاوطنی تھی۔ پھر ان کی دوسری جلاوطنی کی پیشین گوئی بھی فرمادی گئی کہ یہ لوگ دوبارہ بھی جلاوطن ہوں گے۔ چنانچہ پارہ نمبر 28، سورۂ الحشر کی آیت نمبر 2 میں ارشادِ الٰہی ہے:

هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِؕ

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو پورے جزیرۂ عرب سے جلاوطن کر دیا۔ نیز انہیں نکالتے وقت ان کے اموال کی قیمت بھی ادا فرمادی۔[1]

(1): مشکاۃ المصابیح، 2/70، حدیث: 4051

20-پیشین گوئی

ابو جہل کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ وہ ذلیل موت مرے گا اور اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ چنانچہ پارہ نمبر 30، سورۃ العلق کی آیت نمبر 15 میں ارشادِ الٰہی ہے:

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ جنگِ بدر میں جب ابو جہل لعین مارا گیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جو جسمانی لحاظ سے دبلے پتلے تھے، اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر کاٹ دیا۔ پھر جب کمزوری کے باعث اس کا سر نہ اٹھا سکے تو اس کے کان میں سوراخ کر کے اس میں رسی ڈالی اور اسے گھسیٹتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔[1]

(1): تفسیر کبیر، 11/224

21-پیشین گوئی

سورۂ الکوثر میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دشمن عاص بن وائل بے اولاد مرے گا، یعنی اس کی نسل نہیں چلے گی۔ چنانچہ پارہ نمبر 30، سورۂ الکوثر کی آیات نمبر 1 تا 3 میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۟ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۟ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۟

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ عاص بن وائل، جو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے اولاد ہونے کا طعنہ دیا کرتا تھا، خود بے اولاد مرا، اس کی نسل منقطع ہوگئی اور کوئی اس کا نام لینے والا بھی نہ رہا، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذریتِ طیبہ قیامت تک باقی رہے گی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نامِ مبارک بھی قیامت تک روشن رہے گا۔ (1)

(1): سیرت رسول عربی، ص346

22-پیشین گوئی

سورۂ نصر، جو فتحِ مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی تھی کہ اللہ پاک مسلمانوں کو مکہ مکرمہ کی فتح سے ہم کنار فرمائے گا۔ چنانچہ پارہ نمبر 30، سورۂ نصر کی آیت نمبر 1 تا 3 میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ(۱) وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ(۲) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠(۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی ہجرت کے آٹھویں سال فتحِ مکہ کے موقع پر پوری ہوئی۔ اس کے مطابق اہلِ مکہ، اہلِ طائف، اہلِ یمن، قبیلۂ ہوازن اور دیگر عرب قبائل گروہ در گروہ دینِ اسلام میں داخل ہوئے، حالانکہ اس سے پہلے لوگ انفرادی طور پر یا بہت کم تعداد میں اسلام قبول کیا کرتے تھے۔

قرآنِ پاک میں صرف یہی پیشین گوئیاں مذکور نہیں، بلکہ اس میں بے شمار ایسی غیبی خبریں موجود ہیں جو مختلف ادوار میں پوری ہوتی رہی ہیں، اور بہت سی ایسی ہیں جو قربِ قیامت اور قیامت کے دن ظاہر ہوں گی۔ مثلاً: یاجوج وماجوج کا خروج، دابۃ الارض کا

ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول، آسمانوں کا پھٹ جانا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا، زمین کا چکنا چور ہو جانا، صور کا پھونکا جانا، مردوں کا زندہ ہونا، اعضاء کا گواہی دینا، اعمال کا وزن کیا جانا، وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید کا اعجاز اس قدر عظیم ہے کہ پوری مخلوق اس کے اعجاز کا احاطہ نہیں کر سکتی۔



احادیث مبارکہ میں مذکور 28 پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور

28 نبوی پیشین گوئیاں

اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب، شاہِ غیور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے شمار کمالاتِ حمیدہ سے نوازا ہے۔ انہی عظیم عطاؤں میں سے ایک علمِ ماکان ومایکون بھی ہے۔ اللہ پاک نے نہ صرف اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس علم سے سرفراز فرمایا بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک زبان سے اس علم کا اظہار بھی فرمایا۔ اس باب میں آپ کے سامنے ایسی احادیثِ مبارکہ پیش کی جائیں گی جو ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝﴾ والی مبارک زبان سے بطورِ پیشین گوئی صادر ہوئیں اور بعد میں حرف بہ حرف پوری ہو کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس قرآنِ عظیم کو اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نازل فرمایا، اسی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے شمار علوم عطا فرمائے گئے، جن میں علمِ غیب بھی شامل ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم سے مروی ہے کہ حضورِ پُرنور، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: «كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ» یعنی کتابُ اللہ وہ ہے جس میں تم سے پہلے لوگوں کے حالات کی خبریں، تمہارے بعد پیش آنے والے واقعات کی اطلاعات، اور تمہارے باہمی معاملات کے احکام موجود ہیں۔[1]

اسی کتابِ مبین کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

---

(1): ترمذی، 12/114

«لَوْ ضَاعَ لِي عِقَالُ بَعِيرٍ لَوَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللهِ» اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے بھی کتابُ اللہ میں پالوں۔[1]

سوچئے!

جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے قرآنِ پاک کا علم حاصل کیا، ان کے علم کی یہ شان ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی روشنی میں اونٹ کی گم شدہ رسی تک تلاش کرنے کی بات فرماتے ہیں، تو پھر اس عظیم ہستی کے علومِ غیبیہ کی شان کیا ہو گی جن پر خود کلامِ الٰہی نازل ہوا! یقیناً حضور کے علوم و معارف کی وسعت انسانی بیان سے کہیں بلند ہے۔ ذیل میں ان علومِ نبوی کی چند ایمان افروز جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

(1):الاتقان،2/126

1-شام، فارس اور یمن کی فتوحات کی پیشین گوئی

حضرت براء بن عازب رضی اللہُ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا تو خندق کے ایک حصے میں ایک سخت چٹان ہمارے سامنے آگئی جس پر تیشوں کی ضربیں اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے، تیشہ اپنے دستِ مبارک میں لیا، بسم اللہ پڑھ کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت اس کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو دوسرا تہائی حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت مدائن کا قصرِ ابیض دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی، بسم اللہ فرمایا، تو چٹان کا باقی حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم! اس وقت میں یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

صنعاء، یمن کا دارالسلطنت تھا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ابرہہ نے ایک عظیم گرجا گھر تعمیر کیا تھا اور یہ کوشش کی تھی کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کے بجائے یمن آکر اس گرجا

---

(1): سنن کبریٰ، 5/269، حدیث: 8858

گھر کا حج کیا کریں۔ جب اہلِ مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو قبیلہ کنانہ کے ایک شخص نے غصے میں یمن جا کر اس گرجا گھر کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ اس پر ابرہہ طیش میں آ گیا اور خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے ارادے سے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا، مگر اللہ پاک نے ابابیلوں کے ذریعے اس کے پورے لشکر کو ہلاک کر دیا۔

بعد ازاں تاریخ نے گواہی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ مسلمانوں نے نہ صرف یمن کو فتح کیا بلکہ شام اور فارس بھی اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے اور وہاں پرچمِ اسلام بلند ہوا۔ اس طرح وہ تمام علاقے، جن کی فتح کی بشارت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر دی تھی، مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئے۔ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سچی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیشین گوئیوں کی حقانیت کا روشن ثبوت ہے، جو آج بھی حق کے متلاشی ہر شخص کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں حق کو پہچاننے، اسے قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

2- آگ نکلنے کے بارے میں پیشین گوئی

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نہ نکلے جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں (یا ٹیلوں اور پہاڑوں) کو روشن کر دے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

یہ پیشین گوئی 3 جمادی الآخر 654ھ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ فتح الباری میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

امام قرطبی نے التذکرہ میں بیان کیا ہے کہ حجاز میں ایک عظیم آگ ظاہر ہوئی۔ اس سے پہلے شدید زلزلہ آیا تھا۔ یہ واقعہ 3 جمادی الآخر 654ھ، نمازِ عشاء کے بعد پیش آیا۔ یہ آگ مسلسل جلتی رہی، یہاں تک کہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت اس کا زور کم ہوا۔ دور سے یہ آگ ایک عظیم شہر کی مانند دکھائی دیتی تھی، گویا اس کے گرد فصیلیں اور برج قائم ہوں، اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لوگ اسے بھڑکا رہے ہوں۔

یہ آگ جس پہاڑ سے گزرتی، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پگھلا دیتی تھی اور اس سے سرخ اور نیلگوں رنگ کی ایک نہر جاری ہو جاتی تھی۔ اس کی آواز بادلوں کی گرج کی مانند تھی اور وہ اپنے ساتھ بڑے بڑے پتھر بہائے لیے جاتی تھی۔ پھر یہ اس مقام پر آ کر ٹھہر گئی جہاں عراق کے قافلے قیام کیا کرتے تھے، اور وہاں آگ سے ایک بلند فصیل نما دیوار بن گئی۔

---

(1): بخاری، 4/448، حدیث: 7118

یہ آگ مدینہ منورہ کے قرب وجوار تک پہنچ گئی، مگر اللہ پاک کی قدرت سے مدینہ منورہ کی جانب ہمیشہ ٹھنڈی ہوا چلتی رہی۔ اس آگ میں سمندر کے طوفان جیسا جوش وخروش دکھائی دیتا تھا۔ دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ تقریباً پانچ دن تک آگ کے شعلے فضا میں بلند ہوتے رہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ اور بصرہ تک دیکھی گئی۔ امام نووی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ شام کے نزدیک اس واقعہ کا علم حدِ تواتر کو پہنچا ہوا تھا۔ (1)

نوٹ: تیما سعودی عرب کے شمال مغربی علاقے میں واقع ایک قدیم شہر ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے تقریباً 400 کلومیٹر شمال اور تبوک سے تقریباً 264 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے، اور نفود کے صحرا سے گزرنے والے قدیم راستوں پر آباد ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:

اس آگ کے متعلق شارحین کے تین اقوال ہیں:

- ایک یہ کہ اس آگ سے مراد تاتاری فتنوں اور جنگوں کی آگ ہے، جس کا سب سے زیادہ زور بغداد میں رہا۔
- دوسرا یہ کہ اس سے حقیقی آگ مراد ہے جو قربِ قیامت ظاہر ہوگی۔
- تیسرا، اور زیادہ قوی قول، یہ ہے کہ اس سے حقیقی آگ ہی مراد ہے اور یہ واقعہ بالفعل پیش آچکا ہے۔ چنانچہ رجب 630ھ میں مدینہ منورہ کے باہر ایک نہایت ہولناک آگ ایک بڑے شہر کی شکل میں ظاہر ہوئی، جو باون (52) دن

(1): فتح الباری، 13/79

تک رہی۔ یہ آگ پتھروں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی، مگر درخت اس سے محفوظ رہتے تھے۔

وہاں ایک بڑا پتھر تھا جس کا نصف حصہ حدودِ حرم سے باہر اور نصف اندر تھا۔ آگ نے اس کے بیرونی حصے کو جلا دیا، مگر حرم کے اندر والا حصہ محفوظ رہا۔ اس آگ کی گرمی مدینہ منورہ تک نہیں پہنچی بلکہ وہاں ٹھنڈی ہوا چلتی رہی، جبکہ باہر شدید گرمی تھی۔ رات کے وقت اس کی روشنی سورج کی مانند ہوتی تھی، یہاں تک کہ اہلِ مدینہ اسی روشنی میں اپنے کام انجام دیتے تھے۔ اس کی روشنی مکہ مکرمہ، یمامہ اور بصرہ تک دیکھی گئی۔ اہلِ مدینہ نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر دعا کی تو آگ شمال کی طرف مڑ گئی اور مدینہ منورہ محفوظ رہا۔

بہر حال، زیادہ قوی یہی قول ہے کہ یہ واقعہ پیش آچکا ہے۔ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وصالِ ظاہری قیامت کی علامات میں سے ہے اور وہ واقع ہو چکا، اسی طرح یہ آگ بھی قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ایک علامت ہے جو ظاہر ہو چکی ہے۔[1]

(1):مراٰۃ المناجیح،7/291

3-مؤذنوں کے بارے میں پیشین گوئی

گزشتہ ادوار میں ثواب کے متلاشی اذان کہنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے، لیکن جوں جوں ہم درسِ قرآن سے دور ہوتے گئے اور دنیا کی لذتوں کو اپنا مقصود بناتے گئے، آہستہ آہستہ اذان کہنا ہمارے لیے باعثِ عار بنتا گیا۔معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے والے لوگ مؤذن کے منصب کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے، یہاں تک کہ یہ عظیم دینی خدمت زیادہ تر اُن افراد کے حصے میں آگئی جنہیں معاشرہ اعلیٰ مقام کا حامل نہیں سمجھتا۔

اس صورتِ حال کی خبر غیب دان نبی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صدیوں پہلے اپنی امت کو دے دی تھی۔چنانچہ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَعْدَكُمْ زَمَانًا يَكُونُ مُؤَذِّنُوكُمْ فِيهِ سَفْلَكُمْ» بے شک تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں تمہارے مؤذن تمہارے ادنیٰ درجے کے لوگ ہوں گے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

یہ پیشین گوئی آج کھلی حقیقت بن چکی ہے۔عام طور پر مؤذن، بلکہ بہت سے ائمۂ مساجد بھی، معاشرے کے غریب اور کمزور طبقات سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ خوش حال اور بااثر افراد اس عظیم دینی خدمت کو اپنا شرف سمجھنے کے بجائے اس سے گریز کرتے

(1):مشکل الآثار،2/40،الجزء3،حدیث:2333

ہیں۔حالانکہ اذان اور امامت وہ مناصب ہیں جنہیں شریعتِ مطہرہ میں نہایت عظیم فضیلت اور بلند مقام عطا کیا گیا ہے۔اس اعتبار سے یہ حدیثِ مبارک اپنے ظہور کے اعتبار سے ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔



4-سراقہ کے بارے میں پیشین گوئی

ہجرتِ مدینہ کے دوران جب اُمِّ معبد کے گھر سے رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم آگے روانہ ہوئے تو مکہ کا مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے تعاقب میں نکلا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ تاہم سو اونٹوں کے انعام کا لالچ اسے دوبارہ آگے بڑھنے پر آمادہ کرتا رہا۔ جب اس نے دوبارہ حملے کی نیت سے پیش قدمی کی تو رسولِ اکرم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں اس کے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر سراقہ خوف وہراس میں مبتلا ہو گیا اور امان! امان! پکارنے لگا۔

رسولِ رحمت صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا قلبِ مبارک رحمت وشفقت کا سمندر تھا۔ سراقہ کی بے بسی اور گریہ وزاری دیکھ کر آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سراقہ نے عرض کی کہ میرے لیے امان کا پروانہ تحریر فرما دیا جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حکم پر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہُ عنہ نے اس کے لیے تحریر لکھ دی، جسے سراقہ نے اپنے ترکش میں محفوظ کر لیا اور واپس لوٹ گیا۔

واپسی کے راستے میں جو شخص بھی رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بارے میں دریافت کرتا، سراقہ اسے یہی کہہ کر واپس کر دیتا کہ میں نے دور دور تک تلاش کیا ہے، مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ اس نے بطورِ نذرانہ کچھ سامانِ سفر بھی بارگاہِ رسالت

میں پیش کیا، لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا۔[1]

اس وقت اگرچہ سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا، لیکن نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت اور اسلام کی صداقت اس کے دل میں راسخ ہو چکی تھی۔ بعد ازاں جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فتحِ مکہ، غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف سے فارغ ہو کر جعرانہ میں قیام پذیر ہوئے تو سراقہ یہی پروانۂ امان لے کر حاضر ہوا اور اپنے قبیلے کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔[2]

مرد کے لیے سونا پہننا شریعت میں حرام ہے، لیکن سراقہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بطورِ تخصیص اور پیشین گوئی ارشاد فرمایا: «كَيْفَ بِكَ إِذَا لَبِسْتَ سِوَارَيْ كِسْرَى؟» اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تجھے کسریٰ کے دونوں کنگن پہنائے جائیں گے؟

پیشین گوئی کا ظہور

یہ پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن دربارِ خلافت میں لائے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرمان کی تصدیق و تکمیل کے لیے وہ کنگن حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنائے، پھر دونوں ہاتھ اٹھا

---

(1): بخاری، 2/593، حدیث: 3906

(2): مدارج النبوت، 2/62

شرح الزرقانی علی المواھب، 2/145 ملخصًا

کر فرمایا: «اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي سَلَبَھُمَا کِسْرَی بْنُ ھُرْمُزَ، وَاَلْبَسَھُمَا سُرَاقَةَ الْاَعْرَابِيَّ». اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھین لیے اور سراقہ اعرابی کو پہنا دیے۔[1] اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، چنانچہ انہوں نے وہ کنگن اتار دیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ مالِ غنیمت میں شامل فرما دیا۔[2]

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: «فَالْاَوْضَحُ مَا جَنَحْتُ اِلَیْہِ مِنْ اَنَّ ھٰذَا تَرْخِیصٌ وَتَخْصِیصٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِسُرَاقَةَ، وَلَمْ یَکُنْ فِي الْحَدِیثِ مَا یَدُلُّ عَلَی التَّمْلِیکِ، فَفَعَلَ أَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ مَا اَرْشَدَ اِلَیْہِ الْحَدِیثُ، ثُمَّ رَدَّھُمَا مَرَدَّھُمَا». پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف سے رخصت و تخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں، چنانچہ امیر المومنین نے وہ کام کیا جس کی طرف حدیث نے رہنمائی فرمائی، پھر ان کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔[3]

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے 24 ہجری میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔[4]

---

(1): دلائل النبوۃ للبیہقی، 6/326، 325

(2): شرح الزرقانی علی المواھب، 7/208

(3): فتاویٰ رضویہ، 30/538

(4): شرح الزرقانی علی المواھب، 2/145

5-شہید ہونے کی پیشین گوئی

حضرت انس بن مالک رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ و اٰلہٖ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہُ عنہم کو ساتھ لے کر اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ (جوشِ مسرت میں) ہلنے لگا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنا قدمِ مبارک اس پر مار کر فرمایا: «اُثْبُتْ أُحُدُ، فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ». ترجمہ: اے اُحد! ٹھہر جا، بے شک تجھ پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (1)

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کی صداقت کا چرچا آج بھی پوری دنیا میں ہے اور ہر خاص و عام انہیں صدیقِ اکبر رضی اللہُ عنہ کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہُ عنہما کے بارے میں بھی یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان دونوں مقدس ہستیوں نے راہِ خدا میں شہادت کا عظیم مرتبہ پایا۔

یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شانِ نبوت کا ایک روشن معجزہ ہے کہ آپ کی زبانِ اقدس سے جو خبر بطورِ پیشین گوئی صادر ہوئی، وہ بعینہٖ اسی طرح پوری ہو کر رہی۔

(1): بخاری، 2/524، حدیث: 3675

6-فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت عائشہ صدیقہ، طیبہ، طاہرہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: ایک روز سیّدہ فاطمہ رضی اللہُ عنہا تشریف لائیں۔ ان کی چال رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی چال سے بہت مشابہ تھی۔ حضور نے فرمایا: «مَرْحَبًا بِابْنَتِي». میری بیٹی! خوش آمدید۔

پھر حضور نے انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا «ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا، فَبَكَتْ». پھر حضور نے ان سے آہستہ سے ایک بات فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ میں نے ان سے پوچھا: «لِمَ تَبْكِينَ؟» کیوں رو رہی ہیں؟ اس کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دوبارہ ان کے کان میں ایک بات فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے کہا: «مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ». میں نے آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا کہ خوشی، غم سے اس قدر قریب ہو۔

پھر میں نے دریافت کیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ سیّدہ فاطمہ رضی اللہُ عنہا نے جواب دیا: «مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔

جب حضور کا وصالِ ظاہری ہو گیا تو میں نے دوبارہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہُ عنہا سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور نے مجھ سے فرمایا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآنِ کریم کا دور کرتے تھے، لیکن اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے، اس سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرا وصال قریب آ گیا ہے، پھر فرمایا: «وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لُحُوقًا بِي». اور تم میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آملو گی۔

یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر دوسری مرتبہ حضور نے فرمایا: «أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ؟» کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جنتی عورتوں، یا تمام مومن عورتوں کی سردار ہو؟ «فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ». پس میں اسی وجہ سے مسکرادی۔ (1)

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہُ عنہا کے بارے میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد اہلِ بیت میں سب سے پہلے آپ رضی اللہُ عنہا کا وصال ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سیّدہ فاطمہ زہراء حضور کے وصالِ مبارک کے تقریباً چھ ماہ بعد اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ البتہ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کا وصال تین ماہ بعد ہوا۔ (2)

(1): بخاری، 4/203، حدیث: 3623

(2): عمدۃ القاری، 16/154، اکمال فی اسماء الرجال

7-دو گروہوں کے درمیان صلح کی پیشین گوئی

ابو موسیٰ رضی اللہُ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃُ اللہِ علیہ نے بیان کیا اور انہوں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہُ عنہ سے سنا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس حال میں سنا کہ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہُ عنہ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پہلو میں تھے۔ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہُ عنہ کی طرف، اور فرماتے تھے: «اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ». میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

اس حدیثِ مبارک میں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی، جو بعد میں پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اس کے ظہور کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے: ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن بصری رحمۃُ اللہِ علیہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: «اِسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ». اللہ کی قسم! حضرت حسن بن علی رضی اللہُ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہُ عنہ کے مقابلے میں پہاڑوں جیسے لشکر لے کر پہنچے۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہُ عنہ نے، جو حضرت معاویہ رضی اللہُ عنہ کے مشیر خاص تھے، کہا: «إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي

(1): بخاری، 5/26، حدیث: 3746

حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا». میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک پیٹھ نہیں پھیرے گا جب تک اپنے مقابلے والوں کو قتل نہ کر دے۔

اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اور اللہ کی قسم! وہ ان دونوں میں زیادہ بہتر رائے رکھنے والے تھے: «فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ-وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ-: يَا عَمْرُو، إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ، وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ، مَنْ لِلنَّاسِ؟ مَنْ لِنِسَائِهِمْ؟ مَنْ لِضِيَاعِهِمْ؟». اے عمرو! اگر یہ لشکر اس لشکر کو قتل کر دے یا وہ اس کو قتل کر دے تو پھر لوگوں کے معاملات کون سنبھالے گا؟ ان کی عورتوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ اور ان کی جائیدادوں کا انتظام کون کرے گا؟ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنو عبد شمس سے تعلق رکھنے والے دو معزز افراد، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ اور حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہما کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا: «اذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ، فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ، وَاطْلُبَا إِلَيْهِ». ان کے پاس جاؤ، ان کے سامنے صلح کی تجویز پیش کرو، ان سے گفتگو کرو اور انہیں صلح کی طرف آمادہ کرو۔

وہ دونوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفتگو کی اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بنو عبد المطلب کی اولاد ہیں، ہم نے اس راہ میں بہت مال خرچ کیا ہے اور یہ لوگ آپس میں خونریزی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا مال دینے پر راضی ہیں، اور وہ آپ سے صلح کے خواہش مند ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی ضمانت کون دے گا؟ انہوں نے عرض

کیا :ہم اس کے ضامن ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہُ عنہ نے جس بات کے بارے میں بھی دریافت فرمایا، وہ یہی کہتے رہے کہ ہم اس کے ضامن ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہُ عنہ نے صلح فرمالی۔ پھر فرمایا: «سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه و الهٖ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً، وَعَلَيْهِ أُخْرَى، وَيَقُولُ: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ». میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہُ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہُ عنہ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پہلو میں تھے۔ آپ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف، اور فرماتے تھے: میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔ (1)

(1): بخاری، 3/186، حدیث: 2704

8- خیبر فتح ہونے کی پیشین گوئی

خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور انہیں اپنی مالی اور جنگی طاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے، جن کے بعض آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں، جن کے نام یہ ہیں: **کتیبہ، ناعم، شق، قموص، نطارہ، صعب، سطیخ، سلالم**۔ درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ **خیبر** کہلاتا تھا۔[1]

سب سے پہلے قلعہ "ناعم" پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی، مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہوگیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے انہیں دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا، جس سے ان کا سر کچل گیا اور وہ شہید ہوگئے۔ اس قلعے کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہوگئے، لیکن قلعہ فتح ہوگیا۔[2]

---

(1): مدارج النبوت، 2/234

(2): مدارج النبوت، 2/239

السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ص438

قلعہ "ناعم" کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہوگئے، لیکن قلعہ "قموص" چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں، نیز یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر "مرحب" خود اس قلعے کی حفاظت کرتا تھا، اس لیے اس قلعے کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس قلعے پر پہلے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لیے بھیجا۔ انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا، مگر یہودیوں نے قلعے کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعے کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعے پر حملہ کرتے رہے، مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ چنانچہ،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ. قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ، أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا».

یعنی کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ پاک فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ پاک اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ پاک اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھیں کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میں حاضر ہو گئے

اور ہر ایک اس پرچم کے ملنے کا خواہش مند تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَيْنَ عَلِيٌّ؟». علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ حضور نے انہیں بلوایا۔ چنانچہ انہیں بلایا گیا تو حضور نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگا کر ان کے لیے دعا فرمائی، تو وہ ایسے تندرست ہو گئے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر حضور نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہُ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟

حضور نے فرمایا: «اُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ». تم اطمینان سے سیدھے جاؤ، یہاں تک کہ ان کے میدان میں اتر پڑو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ پاک کے جو حقوق ان پر واجب ہوں گے، وہ انہیں بتاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ پاک کا کسی ایک شخص کو ہدایت عطا فرما دینا تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

اس حدیثِ پاک میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم کے ہاتھوں خیبر کے فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی، جو کچھ اس انداز سے ظاہر ہوئی کہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم نے

---

(1): بخاری، 3/85، حدیث: 4210
دلائل النبوۃ للبیہقی، 4/211 ملخصًا

قلعہ قموص کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا۔ قلعے کا رئیسِ اعظم **مرحب** خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا۔ سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے، رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملے کے لیے آگے بڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مُرَحَّب

شَاكِیْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّب

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَہْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔

مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم پر اپنی تلوار سے وار کیا، مگر آپ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقارِ حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔[1]

---

(1): مسلم، ص1004، 1005، حدیث: 1807 ملخصاً

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم پر ٹوٹ پڑی، لیکن ذوالفقارِ حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی، جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں اور یہودیوں کے مایۂ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد میں چالیس آدمی بھی اسے نہ اٹھا سکے۔ (1)

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم نے کمالِ شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کر لیا اور حضرت صادق الوعد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ پاک فتح دے گا وہ اللہ ورسول کا محب بھی ہے اور اللہ ورسول کا محبوب بھی۔

بے شک حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیم اللہ ورسول کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں، اور بلاشبہ اللہ پاک نے آپ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لیے آپ کو فاتحِ خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرمادیا۔

یہ وہ فتحِ عظیم ہے جس نے پورے جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتحِ خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا، لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی

(1): مواھب اللدنیۃ مع الزرقانی، 3/267 ملخصًا

فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لیے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتحِ خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔

بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرے اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جامِ شہادت سے سیر اب ہوئے۔[1]

(1):المواھب اللدنیۃ مع الزرقانی، 3/256، 264، 265 ملتقطاً

9۔ جنگجو کے بارے میں پیشین گوئی

حضرتِ ابو ہُریرہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ہم (غزوۂ) حُنَین میں حاضر ہوئے، تو اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں جو کہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، فرمایا: «هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ» یہ دوزخی ہے۔

پیشین گوئی کا ظہور

اس پیشین گوئی کا ظہور کچھ اس انداز سے ہوا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ» جب ہم قِتال (یعنی لڑنے) میں مشغول ہوئے تو وہ شخص بہت شدّت سے لڑا اور اُسے زخم لگ گیا۔ کسی نے عرض کی: یارسولَ اللہ! جس کے بارے میں آپ نے کچھ دیر پہلے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اُس نے آج شدید قِتال کیا اور مر گیا۔ تو حضور نے فرمایا: «إِلَى النَّارِ» وہ جہنّم میں گیا۔

قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے کہ دَرِیں اَثنا (یعنی اتنے میں) کسی نے کہا: وہ مرا نہیں تھا بلکہ اُسے شدید زخم لگا تھا اور جب رات ہوئی تو اُس نے اُس زخم کی تکلیف پر صبر نہ کیا اور خودکشی کر لی۔ چنانچہ ہادیٔ راہِ نَجات، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا:

«اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ» اللہُ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔" پھر حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے

حکم پر لوگوں میں اِعلان فرمایا کہ جنّت میں صِرف مسلمان داخِل ہو گا اور بے شک اللہ پاک اِس دین کی تائید کسی فاجِر آدمی سے (بھی) کروادیتا ہے۔[1]

اس جنگجو کے دوزخی ہونے کے دو اسباب

اللہ پاک کے مَحبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کفّار کے ساتھ نہایت بے جگری سے لڑنے والے زبردست جنگجو کو جو جہنمی قرار دیا اس کے دو سبب ہوسکتے ہیں:

(1) **خودکشی کرنا:** اِس صورت میں یہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنَّت میں جائے گا۔

(2) **مُنافِق ہونا:** جیسا کہ شارِحِ صحیح مسلم حضرتِ مُحیُ الدّین یحییٰ بن شَرَف نَوَوِی، خطیبِ بغدادی کے حوالے سے فرماتے ہیں: خودکُشی کرنے والا یہ شخص مُنافِق تھا۔[2] اس صورت میں وہ ہمیشہ جہنَّم میں رہے گا۔

مفتی شریف الحق صاحب کی شرح

شارِحِ بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی **نزہۃ القاری** جلد 4، صفحہ 173 پر فرماتے ہیں: یہ شخص حقیقت میں مسلمان تھا یا کافر، اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ مگر ابتدا میں جو فرمایا **لِرَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ** (یعنی ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا) اور اخیر میں جو منادی کرائی، اس سے بظاہر یہ متبادر ہوتا (یعنی فوری ذہن میں آتا) ہے کہ یہ حقیقت میں مسلمان نہ تھا اور اخیر میں فرمایا: بے شک اللہ اس دین کی فاجر انسان سے مدد کرالیتا ہے۔ اس فاجر

---

(1): مسلم، ص70، حدیث:178
بخاری، 2/328، حدیث:3062
(2): شرحِ مُسلم لِلنَّوَوِی، 1/123

کے معنیٔ متعارف کے لحاظ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت میں مسلمان تھا، کیونکہ عرف میں فاجر کا اطلاق گناہ گار مسلمان پر ہوتا ہے، لیکن یہ قطعی نہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے: وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (پ30، الانفطار:14) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔ اور فرمایا: كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ﴿۷﴾ (پ30، المطففین:7) **ترجمۂ کنزالایمان:** بے شک کافروں کی نامۂ اعمال سجّین میں ہیں۔

جَلالَین میں دونوں آیتوں کی تفسیر، کُفّار سے کی ہے۔ اس لیے اس حدیث میں بھی فاجر سے اگر کافر مراد لیا جائے تو کوئی استبعاد (یعنی بعید) نہیں۔ (1)

(1): نزھۃ القاری، 4/173

10-غزوہ بدر میں پیشین گوئی

صحیح مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رات ہی کے وقت چند جاں نثاروں کے ساتھ میدانِ جنگ کا معائنہ فرمانے تشریف لے گئے اور حضور میدانِ بدر میں یہ فرماتے جاتے تھے: هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ یعنی یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ حضور یہ فرماتے جاتے اور زمین پر اس اس جگہ اپنا مبارک ہاتھ رکھتے جاتے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

اس روایت میں تین پیشین گوئیاں فرمائی گئیں:

(1) کون؟ (2) کب؟ اور (3) کہاں مرے گا؟

اس کا ظہور بھی اسی حدیث شریف میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ان کفار میں سے کوئی بھی حضور کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ادھر ادھر متجاوز نہ ہوا۔[2] بلکہ عین اسی جگہ، اسی دن اور وہی کافر جہنم رسید ہوا جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

---

(1): مسلم، ص981، حدیث:1778

(2): شرح الزرقانی علی المواھب، 2/269

11-ام ورقہ بنتِ عبداللہ کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت اُمِّ ورقہ بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا قبیلۂ انصار کی ایک صحابیہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان پر کرم نوازی فرماتے اور کبھی کبھی ان کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ان کی زندگی ہی میں حضور نے ان کو شہادت کی بشارت دی اور ان کو شہیدہ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔جنگِ بدر کے موقع پر انہوں نے عرض کی:**ائْذَنْ لِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَكُمْ أُدَاوِي جَرْحَاكُمْ، لَعَلَّ اللَّهَ يَهْدِي إِلَيَّ الشَّهَادَةَ**۔یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ! آپ مجھے اپنے ساتھ جنگ میں چلنے کی اجازت دے دیجیے، میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کی تیمارداری کروں گی، شاید اللہ پاک مجھے شہادت نصیب فرمائے۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يَهْدِيكِ الشَّهَادَةَ، وَقَرِّي فِي بَيْتِكِ، فَإِنَّكِ شَهِيدَةٌ**۔ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، اللہ پاک تمہیں شہادت سے سرفراز فرمائے گا، یقیناً تم شہیدہ ہو۔

پیشین گوئی کا ظہور

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی، ویسا ہی ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کو ان کے گھر کے اندر ان کے ایک غلام اور لونڈی نے قتل کر دیا اور دونوں فرار ہو گئے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج و قلق ہوا اور آپ نے ان دونوں قاتلوں کو گرفتار کرایا اور مدینہ منورہ میں ان دونوں کو پھانسی دی گئی تھی۔

اُمِّ ورقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کی خبر سن کر حضرت عمر نے فرمایا:

صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِنَا نَزُرِ الشَّهِيدَةَ.

بے شک حضور نے سچ فرمایا، جب حضور فرمایا کرتے تھے: چلو، اُمِّ ورقہ شہیدہ کی ملاقات کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ گھر بیٹھے ان کو شہادت نصیب ہوگئی۔ (1)

(1): الاستیعاب، 4/519

12-منکرِ حدیث کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جان لو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ خبردار! عنقریب ایسا شخص آئے گا جو آسودہ ہو کر اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو گا اور کہے گا: تم پر صرف اسی قرآن کی پابندی لازم ہے، پس جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ) اللہ پاک کے رسول نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی اسی طرح ہے جیسے اللہ پاک نے اسے حرام قرار دیا ہے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ فرمانِ اقدس میں جو پیشین گوئی کی گئی کہ ایک ایسا شخص اس دنیا میں نمودار ہو گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کا کھلے عام انکار کرے گا، اس کا ظہور ہمیں ماضی قریب میں نظر آتا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ چکڑالوی اپاہج ہونے کی وجہ سے تکیہ لگائے بیٹھا رہتا تھا اور پیشین گوئی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی احادیث کا کھلے عام انکار کرتا تھا۔

(1): ترمذی، 4/302، حدیث: 2673

13-دین پر استقامت والے کے بارے میں پیشین گوئی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کو اپنا دین بچانے کے لئے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک غار سے دوسرے غار کی طرف بھاگنا پڑے گا۔تو اس وقت روزی اللہ پاک کی ناراضی ہی سے حاصل کی جائے گی۔

پھر جب ایسا زمانہ آجائے گا تو آدمی اپنے بیوی بچوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گا،اگر اس کے بیوی بچے نہ ہوں تو وہ والدین کے ہاتھوں ہلاک ہو گا،اگر اس کے والدین نہ ہوئے تو وہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گا۔

صحابہ کرام نے عرض کی:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! وہ کیسے؟ارشاد فرمایا:وہ اسے مال کی کمی کا طعنہ دیں گے تو آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں میں مصروف کر دے گا۔(تو گویا انہیں کے ہاتھوں ہلاک ہوا)۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

اس فرمان کا ظہور کم و بیش ہو ہی چکا ہے کہ لوگوں کی ایک تعداد ہے جو اپنے بیوی بچوں وغیرہ کے لیے مال کمانے کے لیے حلال و حرام کی تمیز چھوڑ چکے ہیں،حتیٰ کہ بعض بدبخت تو اپنا ایمان بھی بیچ دیتے ہیں کہ کہیں مال ملتا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے

---

(1):الترغیب والترھیب،3/362،حدیث:16

ارشاد فرمایا: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ مِنَ الْمَالِ بِحَلَالٍ أَوْ بِحَرَامٍ یعنی لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال مال لے رہا ہے یا حرام۔[1] اللہ کریم عافیت نصیب فرمائے۔ آمین



(1): مسند امام احمد، 15/521: حدیث: 9838

14- مسجدوں کے بارے میں پیشین گوئی

رسول پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسجدوں میں دنیوی باتیں کرنے والوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ، لَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ یعنی آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ پاک کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

آج کون سا بندہ ہے جو حدیثِ پاک کی اس پیشین گوئی کو جانتا نہ ہو! افسوس، اب ہماری مسجدوں کا حال ایسا ہی ہے کہ اچھے افراد کے ساتھ ساتھ ایسے افراد بھی موجود ہوتے ہیں جو دنیوی باتوں سے مسجدوں کا تقدس پامال کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ اللہ پاک ہدایت نصیب فرمائے۔

(1): مشکوٰۃ المصابیح، 2/622، حدیث: 743

15-تمہاری قوم تمہیں قتل کردے گی؛ پیشین گوئی اور اس کا ظہور

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہُ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی قوم میں جاکر نیکی کی دعوت پیش کروں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: مجھے ڈر ہے کہیں تمہاری قوم تمہیں قتل نہ کردے۔ تو عرض کرنے لگے: حضور! میری قوم کے لوگ میری اطاعت کرتے ہیں اور میرا اس قدر احترام بجالاتے ہیں کہ میں سویا ہوا ہوں تو میرے آرام میں خلل تک گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ اجازت ملنے کے بعد رات کے وقت اپنی قوم کے پاس آئے اور جب قوم کے سامنے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتے ہوئے نیکی کی دعوت دی تو انہوں نے آپ کی بات نہ صرف ماننے سے انکار کیا بلکہ بدکلامی بھی کی۔ پھر جب آپ اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے لگے تو ایک شخص نے آپ کو تیر مار کر شہید کردیا۔ جب حضور کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: عروہ بن مسعود کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسے اس شخص کی اپنی قوم میں تھی جس کا تذکرہ سورۂ یٰسین میں ہے۔[1]

حبیب نجار

حدیثِ پاک میں حبیب نجار رحمۃُ اللہِ علیہ کے واقعے کی طرف اشارہ فرمایا، آپ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے دو حواری، صادق و صدوق، کو انطاکیہ بھیجا تاکہ

(1) الاصابۃ، 4/399

وہاں کے لوگوں کو، جو بت پرست تھے، دینِ حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے ان کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بھیجے ہوئے ہیں، تمہیں دینِ حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو۔

حبیب نجار نے نشانی دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کر دیتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب ایمان لائے اور اس واقعہ کی خبر مشہور ہو گئی، یہاں تک کہ ایک خلقِ کثیر نے ان کے ہاتھوں اپنے امراض سے شفا پائی۔

یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے انہیں بلا کر کہا: کیا ہمارے معبودوں کے سوا اور کوئی معبود بھی ہے؟ ان دونوں نے کہا: ہاں، وہی جس نے تجھے اور تیرے معبودوں کو پیدا کیا۔ پھر لوگ ان کے درپے ہوئے اور انہیں مارا اور یہ دونوں قید کر لیے گئے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے شمعون کو بھیجا۔ وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مصاحبین و مقرّبین سے رسم وراہ پیدا کر کے بادشاہ تک پہنچے اور اس پر اپنا اثر پیدا کر لیا۔ جب دیکھا کہ بادشاہ ان سے خوب مانوس ہو گیا ہے تو ایک روز بادشاہ سے ذکر کیا کہ دو جو آدمی قید کیے گئے ہیں، کیا ان کی بات سنی گئی تھی؟ وہ کیا کہتے تھے؟ بادشاہ نے کہا کہ نہیں، جب انہوں نے نئے دین کا نام لیا، فوراً ہی مجھے غصہ آ گیا۔

شمعون نے کہا کہ اگر بادشاہ کی رائے ہو تو انہیں بلایا جائے، دیکھیں ان کے پاس کیا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے۔ شمعون نے ان سے دریافت کیا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر جاندار کو روزی دی اور جس کا کوئی شریک نہیں۔

شمعون نے کہا: اس کی مختصر صفت بیان کرو۔ انہوں نے کہا: وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ شمعون نے کہا: تمہاری نشانی کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو بادشاہ چاہے۔

بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلایا۔ انہوں نے دعا کی، وہ فوراً بینا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تو اپنے معبودوں سے کہے کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں، تاکہ تیری اور ان کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا کہ تم سے کچھ چھپانے کی بات نہیں ہے، ہمارا معبود نہ دیکھے، نہ سنے، نہ کچھ بگاڑ سکے، نہ بنا سکے۔

پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود کو مردے کو زندہ کر دینے کی قدرت ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں۔ انہوں نے کہا: ہمارا معبود ہر شے پر قادر ہے۔ بادشاہ نے ایک دہقان کے لڑکے کو منگوایا جس کو مرے ہوئے سات دن ہو گئے تھے اور جسم خراب ہو چکا تھا، بدبو پھیل رہی تھی۔ ان کی دعا سے اللہ پاک نے اس کو زندہ کیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں مشرک مرا تھا، مجھ کو جہنم کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم ہو، بہت نقصان دہ ہے، ایمان لاؤ۔

اور کہنے لگا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی سفارش کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: کون تین؟ اس نے کہا: ایک شمعون اور

دو یہ۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ میں اثر کر گئی تو اس نے بادشاہ کو نصیحت کی۔ وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ ایمان نہ لائے اور عذابِ الٰہی سے ہلاک کیے گئے۔ (1)

(1): تفسیر خزائن العرفان، یس: 13، ص816

16-سود سے بچنا مشکل ہوگا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لا يبقى أحد إلا أَكَلَ الرِّبا، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلِ الرِّبا أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ. (1) یعنی عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی بھی سود کھانے سے نہیں بچے گا، اور جو سود نہ کھائے تو کم از کم اسے اس کی گرد پہنچ کر رہے گی۔

ایک اور ارشادِ نبوی ہے: سَيَأْتِي زَمَانٌ لِأُمَّتِي يَكُونُ أُمَرَاؤُهُمْ عَلَى الْجَوْرِ، وَعُلَمَاؤُهُمْ عَلَى الطَّمَعِ، وَعُبَّادُهُمْ عَلَى الرِّيَاءِ، وَتُجَّارُهُمْ عَلَى أَكْلِ الرِّبَا، وَنِسَاؤُهُمْ عَلَى زِينَةِ الدُّنْيَا. (2) یعنی عنقریب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس کے امراء ظلم پر ہوں گے، علماء طمع پر، عبادت گزار ریاکاری پر، تجار سود کھانے پر اور عورتیں دنیا کی زینت پر۔

پیشین گوئی کا ظہور

اللہ پاک نے جنہیں بچایا ہے، ان کے علاوہ دیگر افراد کے لحاظ سے مذکورہ روایتوں کو سامنے رکھیے اور فیصلہ کیجیے کہ کیا ان پیشین گوئیوں کا ظہور ہو چکا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے، ہر ذی شعور یہی کہے گا کہ واقعی فرامینِ مصطفیٰ کے ظہور میں کوئی کمی نہیں رہی، بلکہ یہ پیشین گوئیاں روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہیں۔

---

(1): تفسیر سمرقندی، 1/183

(2): تفسیر روح البیان، 2/19

17-صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے

حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الکَرِیم سے روایت ہے:

اللہ پاک کے آخری و پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب لوگوں پر وہ وَقت آئے گا، جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صِرف (رسم و) رَواج ہی رہ جائے گا، ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہِدایت سے خالی، ان کے عُلَماء آسمان کے نیچے بدترین خَلق ہوں گے، ان سے فِتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ (1)

پیشین گوئی کا ظہور

مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ اِس حدیثِ پاک کے تَحت فرماتے ہیں: (اسلام کا صِرف نام ہی رہ جائے گا یعنی وہ) اِس طرح کہ مسلمانوں کے نام اسلامی ہوں گے اور اپنے (آپ) کو مسلمان (بھی) کہتے ہوں گے مگر رنگ ڈھنگ سب کافِروں کے سے (ہوں گے) جیسا (کہ) آج (کل) دیکھا جارہا ہے یا اَرکانِ اسلام کے نام و شکل تو باقی رہیں گے مگر مقصود فوت ہو جائے گا، (مَثَلًا) نَماز کا ڈھانچہ ہو گا خُشُوع خُضُوع نہیں (ہو گا)، زکوٰۃ دیں گے مگر قوم پروری ختم ہو جائے گی، حج کریں گے مگر صِرف سَیر (و تفریح) کیلئے، جہاد ہو گا مگر صرف مُلک گیری (حکومت و سلطنت کے حُصُول) کے لیے۔

مفتی صاحِب رحمۃُ اللہِ علیہ حدیثِ پاک کے اِس حصّے (قرآن کا صِرف رَسم و رَواج ہی رَہ جائے گا) کی وَضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رَسم نقش کو بھی کہتے ہیں اور طریقے کو

---

(1): شُعَبُ الْاِیمان، 2/311، حدیث: 1908

بھی، یہاں دونوں معنٰی دُرُست ہیں یعنی قرآن کے نُقُوش کاغذ میں اور الفاظ زَبان پر ہوں گے مگر احترام قلب (یعنی دل) میں اور عمل قالِب (یعنی بدن) میں نہ ہو گا یارَسماً قرآن پڑھایا رکّھا جائے گا، کچہریوں (یعنی کورٹوں) میں جھوٹی قسمیں کھانے کیلئے اور گھروں میں میّت پر پڑھنے کیلئے (تواِس کا استِعمال ہو گا مگر) عمل (کرنے) کیلئے عیسائیوں (یعنی کرسچینوں) کے قوانین ہوں گے۔

(اس حِصّۂ حدیث، "**ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی**" سے مراد یہ ہے کہ) مسجِدوں کی عمارت عالی شان، دَرو دیوار نَقشِیں، (یعنی نقش و نگار سے آراستہ) بجلی کی فِٹنگ (بھی) خوب مگر نَمازی کوئی نہیں، ان کے امام بے دین، گویا مسجِدیں بجائے ہِدایت کے بے دینیوں کا سَرچَشمہ بن جائیں گی، ہر مسجِد سے لاؤڈ سپیکر کے ذَرِیعے درس کی آوازیں (تو) آئیں گی مگر (اُن بے دین عُلماء کے) وہ دَرس زہرِ قاتِل ہوں گے، جن میں قرآن کے نام پر کفر وطُغیان (یعنی بغاوت وسرکشی کو) پھیلایا جائے گا۔

(حدیثِ پاک کے آخِری حصّے کی شَرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:) یعنی بے دین عُلَماءِ سُوء (یعنی بد مذہب اور بد عمل عالموں) کی کثرت ہو گی، جن کا فِتنہ سارے مسلمانوں کو (ایسے) گھیر لے گا جیسے دائرے کا خَط (کہ) جہاں سے شُروع ہوتا ہے وَہیں پہنچ کر دائرے کو مکمّل بنا دیتا ہے۔[1]

کفن چور نے جب غیبی آواز سنی

یاد رہے! مساجِد میں ہونے والے عُلَمائے حق کے درسِ قرآن وحدیث اور ایمان افروز بیان کی یہاں ہرگز مذمّت مُراد نہیں، ان حضرات کے دُرُوس و بیانات اُمَّت کے لئے

(1): مراٰۃ المناجیح، 1/229

سرچشمۂ ہدایت اور باعثِ نُزولِ رَحمت و سببِ مغفِرت ہوتے ہیں چُنانچِہ مشہور بُزرگ حضرتِ حاتِم اَصَم رحمۃُ اللہِ علیہ ایک بار بَلخ شَہر میں بیان فرمارہے تھے، دَورانِ بیان گنہگاروں کی خیر خواہی کے جذبے کے تَحت دُعا مانگی: اے پَروَردَگار! اِس اجتِماع میں جو سب سے بڑا گنہگار ہے، اپنی رَحمت سے اُس کی مغفِرت فرما۔ ایک کفن چور بھی وہاں موجود تھا، جب رات ہوئی تو وہ کفن چُرانے کی غَرَض سے قبرِستان گیا مگر جُوں ہی قَبر کھودی ایک غیبی آواز گونج اٹھی: اے کفن چور! تو آج دن کے وقت حاتِم اَصَم کے اجتِماع میں بخشا جاچکا ہے پھر آج رات یہ گناہ کیوں کرنے لگا ہے! یہ سن کر وہ رو پڑا اور اُس نے سچّے دل سے توبہ کرلی۔[1]

(1): تذکرۃ الاولیاء، ص222 مُلَخَّصًا

18-شام کے فتح ہونے کی پیشین گوئی

ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: عنقریب شام فتح ہو گا تو جب تم اس میں کوئی منزل کا اختیار دیئے جاؤ تو اس شہر کو اختیار کرنا جسے دمشق کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ مسلمانوں کی پناہ ہے لڑائیوں سے اور سامان کا خیمہ اس میں وہ زمین ہے جسے غوطہ کہا جاتا ہے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی اس طرح ظاہر ہوئی کہ خلافت صدیقی میں شام فتح ہونے کی ابتداء ہوئی اور خلافت فاروقی میں وہ مکمل فتح ہوا حضور کی یہ پیش گوئی بالکل درست ہوئی۔[2]

(1): مشکوۃ المصابیح، 2/460، حدیث: 6278

(2): مرآۃ المناجیح، 8/518

19- جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں پیشین گوئی

جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دیگر کئی معاملات کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمائی ہیں وہاں اپنی حیات ظاہری میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بارے میں بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ،

اس ضمن میں تین احادیث پیش خدمت ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي. یعنی عنقریب میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے اور سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (1)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا، مِنْهُمُ الْعَنْسِيُّ، وَمُسَيْلِمَةُ، وَالْمُخْتَارُ یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے نبی ظاہر نہ ہو جائیں اور ان جھوٹے نبیوں میں سے عنسی، مسیلمہ اور مختار ہے۔ (2)

دو عالم کے مالک و مختار ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا، آخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ یعنی قیامت اس وقت تک قائم

---

(1): ابو داؤد، 4/133، حدیث: 4252

(2): مصنف ابن ابی شیبہ، 16/89، حدیث: 31231

مسند ابی یعلی، 6/45، حدیث: 6786

نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے نبی ظاہر نہ ہو جائیں اور ان جھوٹے نبیوں میں سب سے آخر میں کانا دجال ظاہر ہو گا۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ پیشین گوئی کا ظہور بھی واضح ہے لیکن ہم صرف 5 جھوٹے نبیوں کی تفصیل پیش کرتے ہیں:

1 اسود عنسی

یہ عنس بن قدحج سے منسوب تھا اس کا نام عیلہ تھا۔ اسے **ذوالخِمار** بھی کہتے تھے اور **ذوالحِمار** بھی۔ **ذوالخِمار** کہنے کی وجہ تو یہ تھی کہ یہ اپنے منہ پر دوپٹہ ڈالا کرتا تھا جبکہ **ذو الحِمار** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہو کر آتا ہے۔

اربابِ سیر کے نزدیک یہ کاہن تھا اور اس سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یہ لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے گرویدہ کر لیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ دو ہمزاد شیطان تھے، جس طرح کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اس کا قصہ یوں ہے کہ فارس کا ایک باشندہ باذان، جسے کسریٰ نے یمن کا حاکم بنایا تھا، نے آخری عمر میں توفیقِ اسلام پائی اور سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے یمن کی حکومت پر برقرار رکھا۔ اس کی وفات کے بعد حکومتِ یمن کو تقسیم کر کے کچھ اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دی، کچھ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو

(1): مسند امام احمد، 7/265، حدیث: 20198

مرحمت فرمائی۔

اس علاقے میں اسود عنسی نے خروج کیا اور شہر بن باذان کو قتل کر دیا اور مرزبانہ، جو کہ شہر کی بیوی تھی، اسے کنیز بنالیا۔ فردہ بن مسیک، جو کہ وہاں کے عامل تھے اور قبیلۂ مراد سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے حضور کو ایک خط لکھ کر مطلع کیا۔

حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اتفاقِ رائے سے حضرموت چلے گئے۔ جب یہ خبر حضور کو پہنچی تو آپ نے اس جماعت کو لکھا کہ تم اکٹھے ہو کر جس طرح ممکن ہو، اسود عنسی کے شر وفساد کو ختم کرو۔

اس پر تمام فرمانبردارانِ نبوت ایک جگہ جمع ہوئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ یہ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے تیرے باپ اور شوہر کو قتل کیا ہے، اس کے ساتھ تیری زندگی کیسے گزرے گی؟ اس نے کہلوایا: میرے نزدیک یہ شخص مخلوق میں سب سے زیادہ دشمن ہے۔

مسلمانوں نے جواباً پیغام بھیجا کہ جس طرح تمہاری سمجھ میں آئے اور جس طرح بن پڑے، اس ملعون کے خاتمے کی سعی کرو۔ چنانچہ مرزبانہ نے دو اشخاص کو تیار کیا کہ وہ رات کو دیوار میں نقب لگا کر اسود کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیں۔ ان میں سے ایک کا نام فیروز دیلمی تھا، جو مرزبانہ کا چچازاد اور نجاشی کا بھانجا تھا۔ انہوں نے دسویں سال مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے شخص کا نام دادویہ تھا۔

بہر حال جب مقررہ رات آئی تو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب کثیر مقدار میں پلادی، جس سے وہ مدہوش ہو گیا۔ فیروز دیلمی نے اپنی ایک جماعت کے ساتھ نقب لگائی

اور اس بدبخت کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کرتے وقت گائے کے چلانے کی طرح بڑی شدید آواز آئی۔ اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار ہوا کرتے تھے۔ وہ آواز سن کر اس طرف لپکے، مگر مرزبانہ نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ خاموش رہو، تمہارے نبی پر وحی آئی ہے۔

ادھر حضور نے اپنی وفاتِ ظاہری سے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مردِ مبارک نے، جو کہ اس کے اہلِ بیت سے ہے، اس نے اسے قتل کیا ہے۔ اس کا نام فیروز ہے۔ اور فرمایا: «فَازَ فَيْرُوزُ» یعنی فیروز کامیاب ہوا۔ (1)

❷ مسیلمہ کذاب

یہ خود کو رَحْمٰنُ الْيَمَامَه کہلواتا تھا۔ پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا۔ یہ کہتا تھا: جو مجھ پر وحی لاتا ہے، اس کا نام رحمن ہے۔ یہ اپنے قبیلے بنو حنیف کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایمان لایا تھا، بعد میں مرتد ہو گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق اس نے تخلف کیا اور کہا: اگر محمد اپنے بعد خلیفہ بنا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کی متابعت کر لوں۔ حضور اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت حضور کے دستِ اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ فرمایا: اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں، بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکمِ الٰہی ہے۔

ایک روایت کے مطابق اس نے تھوڑی دیر حضور سے گفتگو کرنے کے بعد کہا: اگر

---

(1): مدارج النبوۃ مترجم، 2/554

آپ مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیں یا اپنا جانشین مقرر کردیں تو میں آپ سے بیعت کرنے کو تیار ہوں۔اس پر حضور نے ارشاد فرمایا، اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی: تم نبوت میں سے اگر یہ لکڑی بھی مجھ سے مانگو تو نہیں مل سکتی۔

بہر حال جب دربارِ نبوی سے ناکام ونامراد واپس ہوا تو اس نے خود ہی اعلانِ نبوت کر ڈالا اور اہلِ یمامہ کو بھی گمراہ ومرتد بنانا شروع کردیا۔اس نے شراب وزنا کو حلال کرکے نماز کی فرضیت کو ساقط کردیا۔مفسدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ مل گئی۔اس کے چند عقائد یہاں بیان کیے جاتے ہیں:

1. سمت معین کرکے نماز پڑھنا کفر وشرک کی علامت ہے، لہٰذا نماز کے وقت جدھر دل چاہے منہ کرلیا جائے اور نیت کے وقت کہا جائے کہ میں بے سمت نماز ادا کررہا ہوں۔
2. مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں، لیکن ہمارے دو ہیں: ایک محمد ہیں اور دوسرا مسیلمہ، اور ہر امت کے دو پیغمبر ہونے چاہئیں۔
3. مسیلمہ کے ماننے والے اپنے آپ کو رحمانیہ کہلاتے تھے اور **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** کے معنی کرتے تھے: شروع مسیلمہ کے خدا کے (مسیلمہ کا نام رحمن بھی مشہور تھا) کے نام سے، جو مہربان ہے۔
4. ختنہ کرنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے ایک کتاب بھی وضع کی تھی، جس کے دو حصے تھے۔پہلے کو **فاروقِ اوّل** اور دوسرے کو **فاروقِ ثانی** کہا جاتا تھا اور اس کی حیثیت کسی طرح قرآن سے کم نہ سمجھتے

تھے۔اسی کو نمازوں میں پڑھا جاتا اور اس کی تلاوت کو باعثِ ثواب خیال کرتے۔اس شیطانی صحیفے کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

يَاضَفْدَعُ بِنْتَ ضَفْدَعٍ، نَقِّي مَاتُنَقِّينَ، أَعْلَاكِ فِي الْمَاءِ وَأَسْفَلُكِ فِي الطِّينِ، لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِينَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِينَ.

ترجمہ: اے مینڈکی کی بچی! اسے صاف کر جسے تو صاف کرتی ہے۔ تیرا بالائی حصہ تو پانی میں اور نچلا حصہ مٹی میں ہے۔نہ تو پانی پینے والوں کو روکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کرتی ہے۔

اس وحیِ شیطان کا مطلب کیا ہے، یہ بیان نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ مسیلمیوں کے نزدیک قرآنِ کریم اور فاروق کی تفسیر کرنا حرام تھا۔اب ذرا فاروقِ اوّل کی سورۃ الفیل بھی پڑھیے:

اَلْفِيلُ وَمَاالْفِيلُ، لَهُ ذَنَبٌ دَبِيلٌ، وَخُرْطُومٌ طَوِيلٌ، إِنَّ ذَلِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَاالْجَلِيلِ.

یعنی ہاتھی اور وہ ہاتھی کیا ہے! اس کی بھدی دم ہے اور لمبی سونڈ ہے۔یہ ہمارے ربِ جلیل کی مخلوق ہے۔

اس کی یہ وحیِ شیطانی سن کر ایک بچی نے کہا کہ یہ وحی ہو ہی نہیں سکتی، اس میں کیا بات بتائی گئی ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے؟ سب کو پتہ ہے کہ ہاتھی کی دم بھدی اور سونڈ طویل ہوتی ہے۔

مسیلمہ کذّاب اس شیطانی کتاب کے علاوہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شعبدہ بازی بھی کرتا تھا، جس کو وہ اپنا معجزہ کہتا تھا۔وہ یہ تھا کہ اس نے ایک مرغی کے بالکل تازہ انڈے کو سرکے میں ڈال کر نرم کیا اور پھر اسے ایک چھوٹے منہ والی بوتل میں ڈالا۔انڈہ

ہوا لگنے سے پھر سخت ہو گیا۔ بس مسیلمہ لوگوں کے سامنے وہ بوتل رکھتا اور کہتا کہ کوئی عام آدمی انڈے کو بوتل میں کس طرح ڈال سکتا ہے؟ لوگ اسے حیرت سے دیکھتے اور اس کے کمال کا اعتراف کرنے لگتے تھے۔

اس کے علاوہ جب لوگ اس کے پاس کسی مصیبت کی شکایت لے کر آتے تو یہ ان کے لیے دعا بھی کرتا، مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ برعکس ہوتا تھا۔ چنانچہ لوگ اس کے پاس ایک بچے کو برکت حاصل کرنے کے لیے لائے۔ اس نے اپنا ہاتھ بچے کے سر پر پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا۔

ایک عورت ایک مرتبہ اس کے پاس آئی، کہا کہ ہمارے کھیت سوکھے جا رہے ہیں، کنویں کا پانی کم ہو گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ محمد کی دعا سے خشک کنوؤں میں پانی ابلنے لگتا ہے، آپ بھی ہمارے لیے دعا کریں۔ چنانچہ اس کذّاب نے اپنے مشیر خاص نہار سے مشورہ کیا اور اپنا تھوک کنویں میں ڈالا، جس کی نحوست سے کنویں کا رہا سہا پانی بھی ختم ہو گیا۔

ایک مرتبہ اس کذّاب نے سنا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آبِ دہن لگایا تھا تو ان کی آنکھوں کی تکلیف ختم ہو گئی تھی۔ اس نے بھی کئی مریضوں کی آنکھوں میں تھوک لگایا، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی آنکھ میں یہ تھوک لگاتا، وہ بدنصیب اندھا ہو جاتا تھا۔

ایک معتقد نے آکر بیان کیا کہ میرے بہت سے بچے مر چکے ہیں، صرف دو لڑکے باقی ہیں۔ آپ ان کی درازیِ عمر کی دعا کریں۔ کذّاب نے دعا کی اور کہا: جاؤ، تمہارے

چھوٹے بچے کی عمر چالیس سال ہوگی۔ یہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا گھر پہنچا تو ایک اندوہناک خبر اس کی منتظر تھی کہ ابھی اس کا ایک لڑکا کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا ہے اور جس بچے کی عمر چالیس سال بتائی تھی، وہ اچانک ہی بیمار ہوا اور چند لمحوں میں چل بسا۔ اور ایک روایت کے مطابق ایک لڑکے کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تھا اور دوسرا کنویں میں گر کر ہلاک ہوا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے باوجود اس کی پیروی کرتے تھے اور اس سے بیزار نہ ہوتے تھے۔ چونکہ جاہلوں کی جماعت میں غرض کے بندے شامل تھے، لہٰذا جب سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک لاکھ سے زیادہ جُہّال اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کی خلافتِ مقدسہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہُ عنہ 24 ہزار کا لشکر لے کر اس کے استیصال کو تشریف لے گئے۔ ان کے مقابل 40 ہزار کا لشکرِ کفار تھا۔ فریقین میں خوب لڑائی ہوئی، یہاں تک کہ اللہ پاک نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور یہ بدبخت کذّاب حضرت وحشی رضی اللہُ عنہ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔ اس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: **قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَقَتَلْتُ شَرَّ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ.** یعنی میں زمانۂ کفر میں سب سے اچھے آدمی کا قاتل تھا اور زمانۂ اسلام میں سب سے بدتر کا قاتل ہوں۔[1]

---

(1): ترجمان اہلسنت بابت ماہ نومبر 1973، ص29 ملخصًا
مدارج النبوۃ مترجم، 2/552

❸ مرزا علی محمد باب

اس کا اصل نام علی محمد تھا اور باپ کا نام محمد رضا، جو شیراز کا ایک تاجر تھا۔ مرزا علی محمد نے **بابی فرقے** کی بنیاد رکھی۔ فارسی و عربی کی ابتدائی کتب پڑھتے ہی اس نے سخت ریاضتیں کر کے زہد میں نام کمایا، پھر کربلا میں سید کاظم مجتہد کے حلقۂ درس میں شریک رہا۔ سید کاظم کے مرنے کے بعد اس کے بہت سے شاگرد لے کر کوفہ پہنچا اور وہاں اپنی مصنوعی عبادتوں سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ پھر 1260 ہجری میں اپنے چیلوں سے یہ اظہار کیا کہ جس مہدی کا انتظار کیا جا رہا تھا، وہ میں ہی ہوں اور اس کے ثبوت میں بعض احادیث، جن میں مہدی موعود کے آثار ذکر کیے گئے ہیں، وہ پیش کیے اور کہا: یہ تمام آثار مجھ میں پوری طرح پائے جاتے ہیں۔

غالباً اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ جب اس سے معجزہ طلب کیا گیا تو کہنے لگا: میری تحریر و تقریر ہی معجزہ ہے، اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار شعر مناجات میں تصنیف کرتا ہوں، پھر اسے خود لکھتا بھی ہوں۔ اور اس نے اپنی چند مناجات لوگوں پر پیش کیں، جس میں اعراب تک درست نہ تھا۔ جب اس پر اعتراض ہوا تو کہا: علم ایک گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اب تک غضبِ الٰہی کا شکار تھا، میری شفاعت کی وجہ سے اس کی خطا معاف ہوئی اور یہ حکم دیا گیا کہ اب نحوی غلطیوں کا مضائقہ نہیں، آئندہ کوئی اگر نحوی غلطی کرے تو کچھ حرج نہیں۔

عوام کو مائل کرنے کے لیے ایک حربہ اور ملاحظہ فرمایئے: اس نے اعلان کیا کہ میرے وجود سے تمام ادیان متحد ہو جائیں گے؛ کیونکہ میں آئندہ سال مکہ معظمہ سے خروج

کروں گا اور جملہ روئے زمین پر قبضہ کروں گا۔ لہٰذا جب تک تمام ادیان متحد نہ ہوں نیز تمام دنیا میری مطیع نہ ہو جائے، اس وقت تک تمام مردوں پر تکالیفِ شرعیہ معاف ہیں۔ اب اگر کوئی میرا مرید احکامِ شرعیہ ادا نہ کرے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ اس اعلان سے بھی دنیا پرست عیش کوش لوگ اس کے فریب میں آتے گئے۔

ذرا ان کے مذہب کا حال ملاحظہ ہو:

1. بہن بھائی میں جنسی تعلقات بلا نکاح بھی قائم کرنا روا تھا۔
2. ایک عورت نو آدمیوں سے نکاح کر سکتی تھی، بالفاظِ دیگر نو آدمی ایک عورت سے نکاح کرنے کے روادار تھے۔
3. کسی مذہب کی پابندی نہ تھی۔ اس مادر پدر آزادی کا نتیجہ نہایت بھیانک نکلا۔ اس کے متبعین میں اعلانیہ فسق و فجور کا بازار گرم ہو گیا۔

اس نے اپنے مریدوں کو چند احکام بھی دیے تھے، وہ بطورِ اشعار تھے، ملاحظہ ہوں:

1. تمام دنیا چونکہ میرے زیرِ نگیں ہو گی اور تمام دنیا میں ایک مذہب ہونا ہے، لہٰذا میں آئندہ برس مکہ سے خروج کروں گا تاکہ دنیا میرے قبضے میں آجائے اور میرے وجود سے مقصود و اغراض پوری ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں یقیناً دشمنانِ خدا کی جانیں جسم سے جدا ہوں گی، ہزاروں خون کی ندیاں بہیں گی، پس جملہ مریدوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بطورِ علامت و شگون اپنے خطوط کو سرخ کیا کریں۔
2. اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کے بجائے مَرْحَبًا بِکَ سلام مقرر کیا جاتا ہے۔

3. اذان میں میرا نام بھی داخل ہو۔

بابی کا کہنا تھا کہ (معاذ اللہ) محمد و علی نے مجھ سے بیعت کی اور اب تک یہ دونوں ہستیاں جدا جدا تھیں، میں ان دونوں کا جامع ہوا، اس لیے میرا نام بھی علی محمد ہے۔ نیز جس طرح کوئی آدمی بغیر باب (دروازے) کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا، اسی طرح مجھے دیکھے بغیر اور مجھ سے اجازت لیے بغیر خدا اور دینِ خدا تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس کے چیلوں نے یہ مذکورہ بکواس سن کر ہی اس کا لقب **باب** کر دیا۔

باب نے اپنے تصنیف کردہ مجموعے کے ایک حصے کا نام قرآن، دوسرے کا نام مناجات رکھا۔ بابی فرقے کے چند عقائد ملاحظہ ہوں:

1. خدا کہیں غائب نہیں ہے، بلکہ وہ ہمارے اپنے اندر موجود ہے، سو جب ہم اسے اپنے اندر دیکھتے ہیں تو وہی اس سے ملاقات کا دن ہوتا ہے۔ یہ ملاقات قیامت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی سے متعلق ہے۔
2. ہمارا مرتبہ دیکھ کر وہ قرآن مسلمانوں کے قرآن سے کئی حصہ بہتر ہے۔
3. حشر و نشر سے مراد نیکی و بدی کی زندگی ہے۔ اگر کوئی شخص گناہ گار ہے، وہ مُردہ ہو جاتا ہے، لیکن جوں ہی وہ نیک لوگوں کے پاس آتا ہے، وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ گویا گناہوں کی زندگی چھوڑ کر نیکوں کے پاس آنا ہی حشر و نشر ہے۔ اس کے علاوہ قیامت کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ فتنہ پرور شخص کئی سال تک ایران پر چھایا رہا۔ آخر کار اسے چہریق کے قلعے میں قید کر دیا گیا، یہاں تک کہ اسے گولی مار دی گئی اور اس کی لاش گلی کوچوں میں گھما کر باہر

ڈلوادی گئی۔[1]

4 مرزا بہاء اللہ

ایران کے ایک شخص علی محمد باب نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اسے الہام ہوتا ہے اور نئے مذہب کا نام اس نے بابی مذہب رکھا۔ اس کے پیروکاروں میں دو بھائی بھی تھے، ایک بہاء اللہ اور دوسرا صبحِ ازل۔

باب، جس نے بابی فرقے کی بنیاد رکھی تھی، اس نے اپنے بعد مستقبل قریب میں ایک شخص کی آمد کی خبر دی، جسے اس نے **یَظْهَرُ اللّٰه** کا نام دیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ایک شخص مرزا اسد اللہ نے **یَظْهَرُ اللّٰه** ہونے کا دعویٰ کیا، مگر باب کے پیروکار بہاء اللہ اور صبحِ ازل نے اس کی مخالفت کر کے اسے قتل کرا دیا۔ بعد میں بہت سے بابیوں نے یہ دعویٰ کیا، مگر کسی کو بھی خاص اہمیت حاصل نہ ہوئی۔

بابیوں اور حکومتِ ایران میں ایک جنگ ہوئی، جسے **جنگِ قلعہ شیخ طبرسی** کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ اس جنگ کے بعد بہاء اللہ اور صبحِ ازل بغداد چلے گئے۔ ایک سال گزرنے کے بعد بہاء اللہ اکیلا ہی **کُردستان کے صحرائے سلیمانیہ** کے پہاڑ سرگلو چلا گیا اور اپنی زندگی کے دو سال وہاں نہایت عسرت و تنگ دستی میں گزارے۔ اس عرصے میں وہ اپنے ساتھیوں سے برابر خط و کتابت کرتا رہا۔ بالآخر وہ دوبارہ بغداد لوٹ آیا۔

وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ اس کے بھائی صبحِ ازل کی قیادت میں بابی تحریک ختم ہونے لگی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے اس نے بابی تحریک اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ کیا اور **یَظْهَرُ**

---

(1): مذاہب اسلام، ص667 ملخصًا

اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس طرح بابی تحریک کی زمام اپنے ہاتھ میں کر لی۔ اس کے دعویٰ کرنے کے بعد بابی تحریک میں جان پڑ گئی، لہٰذا وہ تحریک جو پہلے بابی تحریک کے نام سے مشہور تھی، اب بہائی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔

بہاء اللہ کا بھائی نرم طبیعت کا مالک تھا، جبکہ یہ اس کے برعکس تھا۔ اسی لیے یہ تحریک کو اپنے مزاج کے مطابق لانا چاہتا تھا، جو ایرانیوں کے لیے نقصان دہ بات تھی۔ چنانچہ حکومتِ ایران نے ترکی کی حکومت کو لکھا کہ بہاء اللہ کو بغداد سے کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے؛ کیونکہ بغداد ایرانی سرحدوں کے قریب ہے اور بہاء اللہ وہاں ضعیف الاعتقاد اور جاہل لوگوں کو خفیہ طور پر گمراہ کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔ چنانچہ دونوں حکومتوں کے باہمی مشورے سے بہاء اللہ کو اس کے اہلِ خانہ اور پیروکاروں سمیت بغداد سے قسطنطنیہ منتقل کر دیا گیا۔ **يَظْهَرُ اللّٰه** کے دعوے کے وقت بہاء اللہ کی عمر تقریباً پچاس سال تھی۔ بغداد سے قسطنطنیہ منتقل ہوتے وقت اس نے ایک باغ میں بارہ روز قیام کیا۔ اس باغ کو بہائی **باغِ رضوان** کہتے ہیں اور ان بارہ دنوں کو **ایامِ عہدِ رضوان** سے موسوم کیا جاتا ہے۔

قسطنطنیہ میں بہاء اللہ کا قیام چار ماہ رہا۔ پھر اس نے **ادرنہ** کی طرف کوچ کیا۔ ادرنہ کو بہائی **ارضِ سر** کہتے ہیں؛ کیونکہ یہاں قیام کے دوران ہی اس نے اپنے مخفی راز، جو اب تک دل میں چھپائے تھے، آشکار کر دیے تھے۔ یہاں اس نے اپنے دعوے کی راہ ہموار کر لینے کے بعد بابیوں کو دعوت دی کہ اسے **يَظْهَرُ اللّٰه** تسلیم کریں، مگر اس کے بھائی سمیت بعض دوسرے بابیوں نے اس سے بھرپور اختلاف کیا۔

نتیجتاً بابی تحریک دو گروپوں میں تقسیم ہو گئی۔ چونکہ صبحِ ازل قدامت پسند تھا، لہٰذا وہ

اور اس کے ماننے والے اسی بابی تحریک پر مصر رہے، جبکہ بقیہ بہاء اللہ کے اتباع کی وجہ سے بہائی کہلانے لگے۔ جب ان دونوں گروہوں کا تصادم بڑھ گیا تو ترکی حکومت نے صبحِ ازل کو قبرص اور اس کے بھائی کو عکہ پہنچادیا، جہاں بہاء اللہ اور اس کے متبعین کو عکہ شہر کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ بعد میں ان کے قیام کے لیے کئی مختلف جگہیں بدلی گئیں۔ آخر اسی قید و بند میں بہاء اللہ مر گیا۔

بہائی فرقے کے عقائد

اب اس فرقے کے عقائد ملاحظہ فرمایئے:

1. ان کے نزدیک بہاء اللہ کی آمد کے بعد انبیاء کا دور ختم ہو چکا ہے اور یہ دور حضرت آدم علیہ السلام سے بہاء اللہ تک ہے۔ بہاء اللہ کے بعد پہلے تمام انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور اب صرف بہائی شریعت پر عمل کر کے ہی نجات مل سکتی ہے۔ (معاذ اللہ)
2. بہائیوں کے نزدیک بہاء اللہ ہی خدا ہے، جس نے انسانیت کا جامہ پہن لیا تھا۔ چنانچہ بہاء اللہ کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ اپنے کاموں کے لیے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں اور سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔ نیز وہ کہتا کہ وہ زندگی کا میدان ہے، وہ اللہ ہے، وہ تمام اسماءِ الٰہی اور صفات کا منبع ہے، خود ہی ذاکر اور خود ہی مذکور ہے، جو موسیٰ سے کوہِ طور پر ہم کلام ہوا تھا۔
3. بہائی سال میں پانچ عیدیں مناتے ہیں:

1) عیدِ رضوان: بہاء اللہ کے ظہور کی مناسبت سے۔

2) عیدِ باسط: باب کی مناسبت سے۔

3) عیدِ میلادِ بہاء اللہ۔

4) عیدِ میلادِ باب۔

5) عیدِ نوروز۔

بہائیت کی تعلیمات میں اخفائے راز کو ہمیشہ اہمیت دی گئی ہے۔ ان کے ہاں دولت، سفر، منزلِ مقصود اور مذہب چھپانے کی تلقین کی جاتی ہے۔ ان کا رئیسِ اعلیٰ ہمیشہ بہاء اللہ کی اولاد سے ہی ہوتا ہے۔

❺ مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام قادیانی 1839ء یا 1840ء میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ کچھ عرصے اپنے والد کے ساتھ انگریزی کچہریوں کے چکر بھی لگائے۔ آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ آباؤ اجداد سکھوں اور انگریزوں کے وفادار ملازم رہتے آئے تھے۔ والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا۔ مرزا غلام قادیانی انگریزی اور عربی میں ابجد خواں تھا۔ اس نے قانون کا امتحان دیا، مگر فیل ہونے پر تعلیم سے دل اچاٹ ہو گیا۔ کمزوریِ دل و دماغ کا مرض پوری عمر جولانی سے رہا۔ تشنجِ قلب، اسہال، دردِ سر، مالیخولیا، شوگر وغیرہ امراض موصوف کی زندگی کے ساتھی تھے۔ 26 مئی 1908ء کو لاہور میں موصوف کا شدتِ اسہال یا ہیضہ سے انتقال ہوا۔ بعدِ وفات اس کے منہ سے پاخانہ نکلتے دیکھا گیا، جو حاضرین کی عبرت کا باعث ہوا۔ مرزا غلام قادیانی کے خلفاء اس صورتِ حال کی تردید کرتے رہے، واللہ اعلم عند اللہ۔

سن 1890ء میں اس نے کہنا شروع کیا کہ مسیحِ موعود اور ابنِ مریم میں خود ہوں۔ چنانچہ خود لکھتا ہے: مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے بعد، جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا، پس اس طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا۔ (1)

اور مسیحِ موعود کے متعلق لکھتا ہے: میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیحِ موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔ (2)

موصوف نے اپنی ظلی وبروزی کی منطق کا ہیر پھیر، لفظوں کی چکر بازی میں یوں بھی دکھایا ہے کہ اس نکتے کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں، یعنی باعتبارِ نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، اور میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبارِ ظلیتِ کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد، احمد، مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔ (3)

یہ تو ظل ہونے کے بارے میں ہے۔ بروزی کا فارمولا بھی ملاحظہ فرمایئے، لکھتا ہے: مجھے بروزی صورت میں نبی ورسول بنایا ہے اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا، مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد کا ہے۔ اسی

(1): کشتی نوح، ص47
(2): تحفہ گولڑویہ، ص195
(3): نزول المسیح، ص2

لحاظ سے میرا نام محمد اور حامد ہوا، پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (نعوذ باللہ)[1]

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اور ترقی کی، یہاں تک کہ 1901ء میں حقیقی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے: ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا غلام) کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ، جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے، کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔[2]

یہ شخص انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا نہایت گستاخ تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں لکھتا ہے: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہ ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔[3]

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: قادیانی سے بدزبان کو دیکھو، سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کی کیسی توھینیں کرتا ہے، یہاں تک کہ اُنہیں اور اُن کی ماں صدیقہ بتول طاہرہ (یعنی حضرت مریم رضی اللہُ عنہا) کو فحش گالیاں تک دیتا ہے، چار سو انبیاء کو صاف جھوٹا لکھا، حتیٰ کہ

---

(1): ایک غلطی کا ازالہ

(2) کشتی نوح، ص56

(3): ازالہ اوہام، ص303 ملخصًا

برطانوی مظالم کی کہانی، ص643 تا656

دربارۂ حبیب، خود شانِ اقدس حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ناپاک حملہ کیا۔[1]

دعویٰ نبوت کے بعد مرزا کی رگِ شیطانی مزید پھڑکی تو اس نے خدائی دعویٰ کر ڈالا۔ چنانچہ لکھتا ہے: میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہ (اللہ) ہوں۔ پھر میں نے آسمان وزمین بنائے اور کہا: ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ سجایا ہے۔[2]

دیگر جھوٹے نبوت کے دعوے داروں کی طرح مرزا غلام قادیانی نے بھی کچھ پیشین گوئیاں کی تھیں، مگر ان کا انجام مسیلمہ کذاب کی طرح ہوا۔

اپنے لیے ایک لڑکے کی پیشین گوئی کی تھی، جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند ہو گا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر نشانِ الٰہی کہ **چوں دم بر آوردن، مادہ بر آمد**، بیٹی پیدا ہوئی۔ اس پر کہا کہ وحی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ اب کی جو ہو گا وہ لڑکا انبیاء کا چاند ہو گا۔ بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں، اب کی ہوا بیٹا، مگر چند روز جی کر مر گیا۔ بادشاہ کیا، کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

ایک اور پیشین گوئی آسمانی بیوی کی تھی۔ اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی بیگم میرے نکاح میں دے دے۔ اس نے صاف انکار کیا۔ اس پر طمع دلائی، پھر دھمکیاں دیں، پھر کہا کہ وحی آگئی کہ **زَوَّجْنَاکَھَا**، ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے

---

(1): ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص208

(2): کمالات اسلام، ص564، 565 بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، ص658

گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہ سنی، سلطان محمد خان سے نکاح کر دیا۔ وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا، نہ وہ شوہر مرا، کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیے۔ (1)

(1): فتاوی رضویہ، 6/31 ملخصاً

20-چور کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیبِ پرورد گار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے رمضان کے صدقات کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص اس میں سے مٹھیاں بھر کر لے جانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں ضرور تجھے حضور کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں، میرے ساتھ میرے اہل وعیال ہیں اور مجھ پر قرض بھی ہے، لہٰذا! مجھے اس کی سخت حاجت ہے۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح کے وقت حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا: اے ابو ہریرہ! تمہارے رات والے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔ تو میں نے حضور کے فرمان کی وجہ سے یقین کر لیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ پھر میں اس کی ٹوہ میں لگ گیا۔ وہ آیا اور اس گندم میں سے مٹھیاں بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر ما قبل کی مثل روایت بیان کی، یہاں تک کہ فرمایا: میں نے اس سے کہا کہ میں ضرور تجھے بارگاہِ رسالت میں پیش کروں گا۔ تو تیسری مرتبہ کہہ رہا ہے کہ نہیں آؤں گا، مگر پھر آجاتا ہے۔ تو اس نے کہا: مجھے جانے دو، میں تمہیں کچھ کلمات بتاتا ہوں، جن کے ذریعے اللہ پاک تمہیں نفع دے گا۔

میں نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر آیا کرو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اللہ پاک کی طرف سے تمہارے لیے ایک محافظ مقرر کر دیا جائے گا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہ آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح حضور نے مجھ سے پھر دریافت فرمایا: تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں

نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! اس نے کہا کہ اگر میں اسے چھوڑ دوں تو وہ مجھے کچھ ایسے کلمات بتائے گا کہ جن کے سبب اللہ پاک مجھے نفع دے گا۔ حضور نے دریافت فرمایا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا: اس نے مجھے بتایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اللہ پاک کی طرف سے تمہارے لیے ایک محافظ مقرر کر دیا جائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہ آئے گا۔ تو حضور نے فرمایا: وہ ہے تو بڑا جھوٹا، مگر اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ پھر فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا تم جانتے ہو کہ تین دن سے تمہارا مخاطب کون تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: وہ شیطان تھا۔[1]

(1): بخاری، 2/82، رقم: 2311

21-گستاخ فرقے کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہُ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس تھے، آپ اس وقت (حنین کا مالِ غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے۔ اچانک آپ کے پاس ذو الخویصر آیا اور وہ بنو تمیم کا ایک فرد تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! انصاف سے تقسیم فرمایئے۔ حضور نے فرمایا: تیری خرابی ہو! میں عدل سے کام نہ لوں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔ حضور نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اس لیے کہ اس کے بعض ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ہر شخص ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھے گا اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھے گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے گلوں کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ اگر تیر کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس پر کچھ خون نظر نہیں آئے گا، پھر اگر نیزے کی اوپر کی جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ پھر اگر تیر میں لگائی جانے والی لکڑی کو دیکھے گا اور وہ اس کا پر ہے تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا، حالانکہ گندگی اور خون سے وہ تیر گزرا ہے۔ ان کی علامت ایک سیاہ فام شخص ہو گا، جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہو گا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح حرکت کر رہا ہو گا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہُ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو

حضور سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہُ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی تھی اور میں ان کے ساتھ تھا۔ اور انہوں نے اس مرد کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ پس اس کو تلاش کر کے لایا گیا۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کا وہی حلیہ تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کا حلیہ بیان فرمایا تھا۔ (1)

(1): بخاری، 4/200، حدیث: 3610

22-غزوہ احزاب کی پیشین گوئی

حضرت سلیمان بن صُرَد رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب احزاب کو مدینہ منورہ سے دور فرمادیا تو ارشاد فرمایا: **اَلآنَ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ** یعنی ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے ہم ان کی طرف جائیں گے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

احزاب سے مراد غزوۂ خندق ہے۔ یہ غزوہ 5 ہجری میں ہوا۔ **احزاب**، حزب کی جمع ہے، جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ چونکہ اس غزوے میں کفار کی بہت سی جماعتیں جمع ہو کر مدینہ طیبہ پر ٹوٹ پڑی تھیں، اس لیے اسے غزوۂ احزاب کہا جاتا ہے۔

اس غزوے میں کفار اور مدینے کے یہودیوں نے ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ دونوں طرف سے تیر اندازی اور معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں، لیکن کھل کر جنگ نہ ہوئی۔ پھر اللہ پاک نے تیز آندھی بھیجی، جس سے لشکرِ کفار تتر بتر ہو کر بھاگ گیا۔

اس حدیثِ پاک میں غیبی خبر دی گئی تھی کہ اب آئندہ کفار مدینہ منورہ پر حملہ نہ کر سکیں گے، بلکہ اب مسلمان ہی ان پر حملہ کریں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ غزوۂ طائف، غزوۂ خیبر، فتحِ مکہ، غزوۂ تبوک وغیرہ تمام مواقع پر مسلمان ہی حملہ آور ہوئے۔[2]

---

(1): بخاری، 5/110: حدیث: 4110

(2): مرأۃ المناجیح، 8/160 ملخصًا

23-مساجد کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت انس رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ. یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لوگ مساجد بنانے میں فخر ومباہات کریں گے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

مذکورہ حدیثِ پاک کے بارے میں **حاشیہ سندی** میں لکھا ہے کہ یہ حدیثِ پاک ایسی ہے کہ جس کے وجود کا ظہور دیکھا جاسکتا ہے اور یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے معجزاتِ باہرہ میں سے ایک ہے۔

ویسے بھی دیکھا جائے تو مساجد کی تزئین و آرائش پر خرچ کرتے ہوئے کسی طرح کی پریشانی نہیں ہوتی، لیکن امام ومؤذن کی تنخواہ دیتے ہوئے سو طرح کے حیلے بہانے بنائے جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں یہ سوچ عطا فرمائے کہ مسجد کی اصل خوبصورتی نمازیوں کی کثرت ہے، نہ کہ بے جا تزئین و آرائش۔

(1): سنن کبریٰ، 1/383، حدیث: 770

24- کھجوروں کی مقدار اور آندھی کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس جب حضور وادیِ قریٰ میں پہنچے تو ایک عورت اپنے باغ میں نظر آئی۔ حضور نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اس کی کھجوروں کا اندازہ لگاؤ۔ پھر حضور نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ لگا کر اس عورت سے فرمایا: اس میں سے جتنی کھجوریں نکلیں، یاد رکھنا۔

پس جب ہم تبوک پہنچے تو حضور نے فرمایا: آج رات کو زور کی آندھی چلے گی، اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے، اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اسے باندھ دے۔ ہم نے باندھ دیا۔ رات کو سخت آندھی آئی۔ ایک شخص کھڑا تھا، جس کو اس نے طی کے پہاڑوں پر جا پھینکا۔ پھر جب حضور واپسی میں وادیِ قریٰ میں پہنچے تو اس عورت سے پوچھا: تیرے باغ میں کتنی کھجوریں اتریں؟ اس عورت نے کہا: دس وسق، جو حضور نے اندازہ لگایا تھا۔ [1]

(1): بخاری، 2/125، حدیث: 1481

25-کسریٰ کے خزانے کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا خزانہ کھولے گی، جو مقامِ ابیض میں ہے۔[1]

پیشین گوئی کا ظہور

کسریٰ شاہِ فارس کا لقب تھا، جو خسرو سے بنا تھا، جیسے قیصر شاہِ روم کا، خاقان شاہِ چین کا، فرعون یا عزیز شاہِ مصر کا، اور نجاشی شاہِ حبشہ کا لقب تھا۔

یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہُ عنہ کی خلافت میں ہو چکا۔ **ابیض** اس قلعے کا نام ہے جس میں کسریٰ کا خزانہ محفوظ تھا۔ یہ قلعہ اُس زمانے کے عجائبات میں سے تھا۔ اب اس جگہ مسجد بنی ہوئی ہے، جسے مسجدِ مدائن کہتے ہیں۔

(1): مسلم، ص1194، حدیث: 7331

26-وقت میں برکت نہیں رہے گی

حضرت انس رضی اللہُ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہو گی حتی کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا، تو ایک سال ایک مہینے کی طرح ہو گا اور مہینا ہفتے کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور دن ایک گھڑی کی طرح ہو گا اور گھڑی آگ سلگانے کی طرح۔ (1)

پیشین گوئی کا ظہور

مراٰۃ المناجیح میں مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(وقت) اس طرح جلد گزرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ رہے گی، انسان ایک کام بھی نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جائے گا یا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں آفتوں میں ایسے مبتلا ہو جائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہو گا۔ مصیبت کا زمانہ اگر احساس کیا جائے تو دراز محسوس ہوتا ہے، اگر احساس ہی نہ رہے ہوش اڑ جائے تو وقت محسوس نہیں ہوتا یا اس زمانہ میں لوگوں میں عیش وآرام بہت زیادہ ہو گا اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔ بہر حال موجودہ دور میں وقت میں برکت نہ ہونے کے مشاہدے عام ہیں۔

(1):ترمذی،4/149،حدیث:2339

27-ایک عورت کے بارے میں پیشین گوئی اور اس کا ظہور

ایک مرتبہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پورے جزیرۂ عرب میں مثالی امن وامان قائم ہونے کے بارے میں فرمایا: اے عدی! کیا تم نے شہر حیرہ دیکھا ہے؟ عدی نے کہا: نہیں، یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! البتہ مجھے اس کے حالات معلوم ہیں۔ ارشاد فرمایا: اگر تم زندہ رہو تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ پاک کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے نکل کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے آتی ہے اور اسے اللہ پاک کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ (1)

(1): بخاری، 2/499، حدیث: 3595

28-حضرت ابوذرؓ کے وصال کی پیشین گوئی اور اس کا ظہور

حضرتِ ابراہیم بن اَشْتَر رحمۃُ اللہِ علیہ اپنے والدِ محترم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابوذر رضی اللہُ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرتِ اُمِّ ذر رضی اللہُ عنہا نے فرمایا: جب حضرتِ ابوذر رضی اللہُ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صحرائی سفر پر تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھی، میں رونے لگی۔

آپ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: آپ اس بے آب و گیاہ ویران صحراء میں انتقال کر رہے ہیں اور اس وقت نہ تو میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ کے کفن و دفن کا انتظام ہو سکے اور نہ ہی آپ کے پاس، پھر میں کیوں نہ روؤں؟ فرمایا: رونا چھوڑ، تیرے لیے خوشخبری ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ اور سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہم چند لوگوں کو مخاطب کر کے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا اور اس کی وفات کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ اس کے پاس پہنچے گا۔[1]

اب ان تمام صحابہ کرام علیہمُ الرّضوان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا، صرف میں اکیلا باقی ہوں اور ان سب کی وفات یا تو شہر میں ہوئی یا آبادی میں، اور میں صحراء میں فوت ہو رہا

(1): مسند امام احمد، 8/68، حدیث: 21431 طبقات ابن سعد، 4/176، حدیث: 432

ہوں۔ یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں، اور اللہ پاک کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر ملی، تُو جا اور دیکھ، ضرور کوئی نہ کوئی ہماری مدد کو آئے گا۔

میں نے کہا: اب تو حجاجِ کرام بھی جا چکے اور راستہ بند ہو گیا۔ فرمایا: تو جا کر دیکھ تو سہی۔ چنانچہ میں ریت کے ٹیلے پر چڑھی اور راستے کی طرف دیکھنے لگی، تھوڑی دیر بعد واپس ان کے پاس آگئی اور تیمارداری کرنے لگی، پھر دوبارہ ٹیلے پر چڑھ کر راہ تکنے لگی۔ اچانک کچھ دور مجھے چند سوار نظر آئے، میں نے کپڑا ہِلا کر انہیں اس طرف متوجہ کیا تو وہ بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور پوچھا: اے اللہ کی بندی! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: مسلمانوں میں سے ایک مرد، داعیٔ اَجَل کو لَبَّیْک کہنے والا ہے، کیا تم اسے کفن دے سکتے ہو؟ انہوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ میں نے کہا: ابوذر۔

بولے: وہی ابوذر جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صحابی ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! وہی ابوذر جو صحابیٔ رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ کہنے لگے: ہمارے ماں باپ ان پر قربان! وہ عظیم ہستی کہاں ہے؟ میں نے انہیں بتایا تو وہ آپ کی طرف تیزی سے لپکے اور حاضرِ خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے انہیں مَرْحَبًا کہا اور فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو! میں نے مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ اور حضور ایک گروہِ مسلمین سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے جس میں میں بھی موجود تھا کہ تم میں سے ایک شخص صحراء میں وفات پائے گا اور مؤمنین کا ایک قافلہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

اب میرے علاوہ ان میں سے کوئی زندہ نہیں، ان میں سے ہر ایک یا تو آبادی میں فوت ہوا یا پھر کسی بستی میں، اب میں ہی وہ اکیلا شخص ہوں جو صحراء میں انتقال کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹ بتایا گیا۔ جب میں مر جاؤں اور میرے پاس یا میری زوجہ کے پاس کفن کا کپڑا ہو تو مجھے اسی میں کفن دینا، اگر ہمارے پاس کفن کا کپڑا نہ ملے تو میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص حکومتی عہدے دار ہو یا کسی امیر کا دربان ہو یا کسی بھی حکومتی عہدے پر ہو تو وہ مجھے ہر گز ہر گز کفن نہ دے۔

اتفاق کی بات تھی کہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی حکومتی عہدے پر رہ چکا تھا یا ابھی عہدے پر قائم تھا۔ صرف ایک انصاری نوجوان بچا جو کسی طرح بھی حکومت کا نمائندہ نہ تھا۔ وہ نوجوان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے پاس ایک چادر اور دو کپڑے ہیں جنہیں میری والدہ نے کاٹ کر بنایا ہے، میں اِن کپڑوں میں آپ کو کفن دوں گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ہی مجھے کفن دینا۔ پھر آپ کا انتقال ہو گیا تو اسی انصاری نوجوان نے کفن دیا اور نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو وہیں دفنا دیا گیا۔[1]

اللہ پاک کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(1): عیون الحکایات، 2/76

ماخذ و مراجع

کتاب کا نام	مصنف / مؤلف / مرتب	مطبوعہ
قرآنِ مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، کراچی
کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی 1340ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی، 2021
ابوداود	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی 275ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1421ھ
الاتقان فی علوم القرآن،	امام جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ	دار المصطفیٰ، دمشق
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی 505ھ	دار صادر، بیروت
ازالۂ اوہام	مرزا غلام احمد قادیانی	مطبع ریاض ہند
الاستیعاب	حافظ یسف بن عبد اللہ بن عبد البر، متوفی 463ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
الاصابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی 852ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
اکمال فی أسماء الرجال	امیر حافظ ابن ماکولا، متوفی 475ھ	دار الکتاب الاسلامی
ایک غلطی کا ازالہ	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان
بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی 256ھ	عرب شریف
برطانوی مظالم کی کہانی	عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری	فرید بک سٹال، لاہور
تحفۂ گولڑویہ	غلام احمد	مینجر بکس ڈپو
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین محمد عطار، متوفی 637ھ	انتشارات گنجینہ تہران

ترجمانِ اہلسنت، بابت ماہ نومبر	مولانا جمیل احمد نعیمی	کراچی
الترغیب والترھیب	حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری، متوفی 656ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت 1418ھ
ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی، متوفی 279ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
تفسیر السمرقندی	ابو لیث نصر بن محمد السمرقندی، متوفی 375ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
تفسیر خزائن العرفان	مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی 1367ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی، متوفی 1137ھ	کوئٹہ ۱۴۱۹ھ
تفسیر عزیزی	مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی، متوفی 1239ھ	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی، متوفی 606ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر نسفی	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی، متوفی 710ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
تفسیر خازن	علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی متوفی 741ھ	اکوڑہ خٹک نوشہرہ
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، کراچی
الخصائص الکبری	امام جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی 911ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی، متوفی 475ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت 1423ھ
السنن الکبریٰ للنسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی 303ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
سیرت ابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری معافری، متوفی 213ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت 1422ھ
سیرتِ رسولِ عربی	علامہ نور بخش توکلی حنفی نقشبندی، متوفی 1367ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی

شرح زرقانی علی المواھب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی، متوفی 1122ھ	دار الاحیاء التراث
شرح مسلم للنووی	امام ابو زکریا یحی بن شرف نووی، متوفی 676ھ	مطبعہ مصریہ، ازہر، 1347ھ
شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی، متوفی 458ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع ھاشمی، متوفی 230ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت 1998ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی 855ھ	دار الفکر بیروت
عیون الحکایات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی، متوفی 597ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی 1340ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
فتاویٰ شارح بخاری	حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی 1421ھ	ضیاء القرآن
فتح الباری	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی 852ھ	دار ابن الجوزی، عرب شریف
کشتیِ نوح	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان
آئینہ کمالاتِ اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی	مطبع ریاض ہند قادیان
مدارج النبوت	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی 1052ھ	نوریہ رضویہ لاہور 1998ء
مدارج النبوت، مترجم	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی 1052ھ	نوریہ رضویہ لاہور 1998ء

مذاہبِ اسلام	مولوی محمد نجم الغنی خان رامپوری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
مراۃ لمناجیح	مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی 1391ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
مسلم	امام ابو حسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی 261ھ	دار الکتاب العربی، بیروت 1427ھ
مسند ابی یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی 307ھ	دار الکتاب العلمیہ، بیروت 1418ھ
مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد حنبل الشیبانی، متوفی 241ھ	دار الفکر، بیروت
مشکاۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تبریزی، متوفی 742ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424ھ
مشکل الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ طحاوی متوفی 321ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی 235ھ	دار الفکر بیروت 1414ھ
معالم التنزیل (تفسیر بغوی)	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی 360ھ	مصر
ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت	مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری، 1402ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
المواہب اللدنیہ	شیخ احمد بن محمد قسطلانی، متوفی 923ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
نزہۃ القاری	مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی 1420ھ	فرید بک سٹال، لاہور
نزول المسیح	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان
وفاء الوفا باخبار دار المصطفی	نور الدین علی بن احمد السمہودی، متوفی 911ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت

قرآن وحدیث میں مذکور ۵۰ پیشین گوئیاں اور ان کا ظہور

تاریخ کے صفحات میں محفوظ وہ حیرت انگیز واقعات جن کی خبر نبی کریم ﷺ نے وقوع پذیر ہونے سے پہلے عطا فرمائی، پھر زمانے نے ان خبروں کو حقیقت بنتے دیکھا۔ یہ محض تاریخی واقعات نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی صداقتِ نبوت کے روشن دلائل ہیں۔

اس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ ایسی غیبی پیشین گوئیوں کو جمع کیا گیا ہے جن کا ظہور بعد کے ادوار میں ہوا۔ ہر پیشین گوئی کے ساتھ اس کے تاریخی ظہور کو بھی حتی المقدور واضح کیا گیا ہے، تاکہ قارئین ان خبروں اور ان کے عین مطابق رونما ہونے والے واقعات کا مطالعہ کر کے حضور ﷺ کے علومِ غیبیہ کے ایک اہم پہلو سے آگاہ ہو سکیں۔

یہ کتاب اس حقیقت کو بھی اجاگر کرتی ہے کہ علمِ غیب بالذات اللہ پاک کی خاص صفت ہے، جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو غیب کی خبریں اللہ پاک کے عطا فرمانے سے حاصل ہوتی ہیں۔